جلد 28 شمارہ 8 ماہ اگست 2026ء صفر المظفر / ربیع الاول 1448ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلہ فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری
0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری
0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فھد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 50/- روپے　　　سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ. لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ. (سورۃ المائدہ 5: آیات 62-63)

اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں، بے شک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ بے شک یہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ. (سورۃ الانعام 6: آیت 70)

اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنہوں نے اپنا دین ہنسی مذاق اور کھیل بنا لیا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور نصیحت کرتا کہ کوئی جان اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد نہ کر دی جائے۔ اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی سفارشی۔

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (سورۃ النحل 16: آیت 77)

اور آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور قیامت کا معاملہ صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایسی دو قبروں پر ہوا جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر عذاب کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے صرف یہ کہ ان میں ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک ہری ڈالی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید اس وقت تک کے لئے ان پر عذاب کچھ ہلکا ہو جائے جب تک یہ خشک نہ ہوں۔

(کتاب جنازے کے احکام و مسائل، صحیح بخاری)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین کریدنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں یا کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانہ جنت اور دوزخ دونوں جگہ نہ لکھا گیا ہو اور یہ بھی کہ وہ نیک بخت ہوگی یا بد بخت۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں کیونکہ جس کا نام نیک دفتر میں لکھا ہے وہ ضرور نیک کام کی طرف رجوع ہوگا اور جس کا نام بد بختوں میں لکھا ہے وہ ضرور بدی کی طرف جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جن کا نام نیک بختوں میں ہے ان کو اچھے کام کرنے میں ہی آسانی معلوم ہوتی ہے اور بد بختوں کو برے کاموں میں آسانی نظر آتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ.

(کتاب جنازے کے احکام و مسائل، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ کثیر اولاد پر بات چلی تو فرمایا:

حضور اقدس ﷺ نے آپ ﷺ کی امت بڑھانے والے کو پسند فرمایا ہے۔ جب حضور اقدس ﷺ اس بات پر خوش ہوئے ہیں تو پھر اللہ بھی خوش ہے۔ سبحان اللہ۔ ان کو خوش کرنے کی کوشش کریں۔

☆ نئے بیعت شدہ بھائیوں سے متعلق کچھ بزرگ بھائیوں کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

انہوں نے کیا کرنا ہے، کیا سیکھنا ہے، جو سیکھنا چاہتے ہیں وہ ان سے پوچھیں۔ ایسے سوال کریں تا کہ وہ تعلیم کے اندر داخل ہو جائیں۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ ہم تعلیم کو سمجھیں اور اس کے مطابق پھر عمل کریں۔ ہم تعلیم کو سمجھیں گے ہی نہیں تو اس پر عمل کیسے کریں گے؟ انہیں کہیں کہ پہلے تعلیم سمجھنے کی کوشش کریں۔ اپنے یہ بزرگ بھائی ہیں، آپ کو ان کے ذمے اس لئے لگایا ہے کہ یہ آپ کو اس رستے پر لگائیں جس پر چل کے آپ ترقی کریں۔ ہمارے بھی کام آئیں اور اپنے بھی کام آئیں۔ ایسے تو نہیں ہے کہ خاموش ہو کے بیٹھے رہیں۔ خاموش ہو کے تو پہلے بھی بیٹھے تھے، اگر اب بھی بیٹھے ہیں تو فائدہ کیا ہوگا؟ کوئی فائدہ نہیں ہوگا سالانہ اجتماع آنے میں اب تین چار مہینے رہ گئے ہیں اور سال پورا ہو رہا ہے۔ اب انہیں اس دفعہ اجتماع میں بنا بنایا آنا چاہئے۔ پتا چلے کہ یہ توحیدی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہم خسارے میں ہیں۔

ہم نے چیدہ چیدہ بزرگ بھائیوں کو نئے آنے والوں کی Disposal پر کر دیا ہے کہ جب مرضی آئے آپ ان سے بات کریں، اپنے Problem بتائیں اور ان سے کچھ سیکھیں۔ اب تو یہ اُن کا کام ہے کہ ان سے بات کریں اور سیکھیں۔ ہم نے تو کہا ہوا ہے کہ جب مرضی آئے ہم سے بات کرو۔ ہم ان شاء اللہ آپ کی تسلی کرائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ ہم دوبارہ خادمانِ حلقہ کی طرف Revert ہوتے ہیں کہ وہ ان کو متحرک رکھیں اور تحریک پیدا کریں تا کہ یہ اپنے آپ کو کچھ سیکھنے کی طرف لے جائیں اور سیکھ پائیں۔ ایسے تو نہیں ہوگا اگر خاموشی سے بیٹھے رہے تو پھر مزا نہیں آئے گا۔ کام کرنا چاہئے۔ کام کرنے کے بغیر تو کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ اپنا فضل فرمائے۔

☆ سالانہ کنونشن کی تیاری کے سلسلہ میں مطالعہ کتب سے متعلق ہدایات جاری ہوئیں تو اس پر بات چلی اور فرمایا:

اجتماع سے پہلے باباجیؒ بھی بھائیوں سے کہا کرتے تھے کہ کتابوں سے تیاری کر لو، پڑھ لو تا کہ ذہن میں کچھ آجائے اور پھر آپ اجتماع میں اپنی کمی بیشی پوری کر سکیں۔ اب مرکز سے یہ پیغام ہم سب تک پہنچ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ انصاری صاحبؒ کی اس سنت پر بھی عمل ہو اور ہم کچھ سیکھ پائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہمت دے، حوصلہ دے اور شوق پیدا کرے۔

☆ اقبال کی نظم 'خودی کا سرِ نہاں' کے معنی و مفہوم سمجھنے کی بات ہوئی تو فرمایا:

اگر ہم سمجھیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں شروع میں یہ کلمہ سب سے پہلے پڑھوایا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر تم بنیاد اسے بناؤ گے تو پھر کامیابی کی راہ آپ کو خود بخود نظر آنا شروع

ہوجائے گی اور اگر اسے پس پشت ڈال دو گے تو پھر اور رستے تمہیں ملیں گے جن پر آپ چل سکو گے، اپنی زندگی اچھی یا بری گزار سکو گے لیکن پھر جو بنیاد ہے اس سے دور ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سب سے پہلے کلمہ سکھایا جسے پاکی کا نام دیا گیا کہ یہ آپ کا صافی ہے۔ جب بندہ کلمہ پڑھتا ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے۔ نجس ختم ہوجاتا ہے اور وہ پاک صاف ہوجاتا ہے۔ پاک صاف ہونے کے بعد ہمیں پھر صحیح مسلمان بننا چاہیئے۔ لا الہ الا اللہ کو زندگی کا محور بنانا چاہیئے کہ ہم نے اس محور کے اردگرد گھومنا ہے۔

الحمد للہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ محور آپ کو اللہ میاں نے دے دیا۔ انصاری صاحبؒ آ گئے انہوں نے آپ کو تعلیم بتادی۔ اس محور کے گرد گھومنے کا انداز یہی ہے، طریقہ یہی ہے، زندہ رہنے کا طریقہ یہی ہے۔ اگر ایسے چلو گے تو ان شاء اللہ آپ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوجاؤ گے اور اگر اس پر عمل نہیں کرو گے تو اس صورت میں پھر علامہ اقبال بھی کہتا ہے اور سارے یہ کہتے ہیں کہ آدمی پھر خسارے میں ہی رہتا ہے۔

ہم تو یہ ہر حلقہ میں پڑھتے تھے، اب تو شاید یہ کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہم پڑھتے ہی تھے اس کا معنی اور تلفظ کا بھی اتنا خیال نہیں ہوتا تھا۔ افسوس بھی ہوتا تھا کہ یہ صحیح نہیں ہے لیکن لطف ہمیں آتا تھا۔ یہ پڑھتے تھے جیسا بھی ہوتا تھا۔ اب میرا خیال ہے کہ جو سیکھنا چاہے تو بھائی اسے سن رہے ہیں، اپنے اپنے حلقے میں اسے سکھانے کی کوشش کریں۔ بڑا اچھا کلام ہے۔ اگر اس کی سمجھ ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے اگر اسے سیکھ لیں سمجھ لیں تو پڑھنے میں مزا بھی آئے گا۔

آج کل سب حلقہ جات میں ہم ہی اسے پڑھتے ہیں۔ اصل میں ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں وقت بھی عطا فرمائے، اسے صحیح استعمال کرنے کا طریقہ بھی عطا فرمائے

یہ سارے کام اللہ نے ہی کرنے ہیں، اللہ کرے گا تو ان شاء اللہ ہم کر ہی سکیں گے۔ باباجیؒ نے یہ باقاعدہ رائج جو کیا ہے تو یہ ایسے ہی نہیں کیا۔

ایک بزرگ بھائی نے کہا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ کسی شاعر کا کلام ایسے ذکراذکار کا حصہ بنادیا جائے۔ اس کے دوران ہی آپ نے فرمایا:

اس کا ایک مزا اور بھی ہے کہ توحیدیوں کی ذکر کی جس محفل میں جب یہ کلام پڑھا جاتا ہے تو اقبال صاحب اپنا یہ کلام سننے کے لئے خود بھی تشریف لاتے ہیں۔ یہ بھی آپ کو پتا لگ جائے، پڑھا کریں۔ ممکن ہے کہیں زیارت بھی ہو جائے۔ وہ خود اپنا کلام سننے کے لئے بھی آتے ہیں کیونکہ توحیدی تو پھر عاشقوں کی طرح پڑھتے ہیں تو انہیں یہ بات خاصی پسند ہے۔ وہ آتے ہیں۔ ممکن ہے انصاری صاحبؒ نے کسی زمانے میں یہ دعوت ہی دی ہو کہ ہمیں یہ غزل اچھی لگی ہے، ہم یہ پڑھتے ہیں، ہم یہ پڑھیں گے تو آپ بھی آیا کریں۔ ممکن ہے ایسا ہو۔ وہ آتے ہیں، آیا کرتے ہیں۔

☆ ایک بزرگ بھائی نے بانی سلسلہ کی اقبال سے کسی ملاقات سے متعلق دریافت کیا تو اس پر فرمایا:

ایک دفعہ بیٹھے ہوئے تھے تو غالب سے متعلق بات ہوئی۔ غالب کا وہ جو شعر ہے کہ

تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

اس پر فرمایا کہ یار! ہم تو ویسے بھی آپ کو ولی سمجھتے ہیں، مانتے ہیں، آپ کیا تکلف میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ تو ملتے تھے، انہوں نے قائداعظم اور غالب سے متعلق یہ کہا تھا کہ ہم تو جہاں بھی گئے ہم نے انہیں اپنے ساتھ ہی پایا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہم جہاں تک بھی گئے ہم نے انہیں اپنے ساتھ ہی پایا۔ یہ جو مشاہیر تھے ان سے تو ان کا خاص شغف

تھا۔ وہ ملے ہوں گے۔ ویسے ہم نے اقبال کا سنا نہیں ہے کہ وہ ملے ہوں۔ قائد اعظم اور غالب سے ملاقات کا ذکر تو کیا ہے۔ اقبال سے ملاقات کی بات میرے سامنے نہیں ہوئی۔

☆ ایک بزرگ بھائی کے صاحبزادے جو سلسلہ میں مرید ہیں ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

آج کی نوجوان نسل کا خیال ہے کہ خدمت بڑوں کو کرنی چاہئے۔ یہ Straight forward قسم کے لوگ ہیں، یہ کہتے ہیں کہ ہماری خدمت کریں، ہم کاہے کو خدمت کریں۔ تمہارا کیا رویہ ہے؟

جواب ملا کہ بڑوں کی خدمت کرنی چاہئے۔ اس پر فرمایا:

جو بڑے ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہماری خدمت کریں۔ ہم کاہے کو خدمت کریں۔ اچھا ہے اگر آپ کی سوچ یہ ہے تو اللہ آپ کو برکت دے، اللہ اپنے والدین کا تابعدار رکھے اور دنیا و آخرت میں ان کے طفیل کامیابی عطا فرمائے۔ کہتے ہیں کہ جو مسکرا کر خوشی سے دن میں جتنی دفعہ اپنے والدین کو دیکھتا ہے، پیار سے مسکراتے ہوئے تو اسے اتنے عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ اللہ کی دین ہے۔ ایسی لوٹ مچی ہوئی ہے، حاصل کریں۔ یہ ہستیاں ایسی ہیں کہ نایاب ہیں۔ یہ ایک دفعہ ہیں، آج ہیں، کل نہیں ہے تو پھر واپس نہیں آنا۔ گئیں تو گئیں۔ اس لئے ان کو ہاتھ سے جانے سے پہلے پہلے ان کی اچھی طرح خاطر مدارت کریں۔ پیار کریں۔ ان سے دل سے پیار کریں۔ کما لیں جتنا کما سکتے ہو میرے بھائی۔ یہی وقت ہے۔ وقت گزر گیا تو یہ وقت ہاتھ نہیں آنا۔

☆ شادی کے موضوع پر بات چلی تو فرمایا: شادی کر لینی چاہئے۔ یہ وقت تو اتنا ضروری نہیں ہے۔ یہ وقت تو چلو کھاتے پیتے، چلتے پھرتے، دھوبی سے کپڑے دھلوا کے خوب

بن کے آدمی رہ سکتا ہے لیکن جس وقت آدمی ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے اور اسے گھر میں کوئی پانی پلانے والا بھی نہیں ملتا تو پھر وہ پچھتاتا ہے کہ میں نے کیا کیا۔ میں نے اپنی زندگی خراب کر لی۔ بہت غلط بات ہوتی ہے۔ اس وقت آدمی پچھتاتا ہے مگر پھر اس وقت کوئی اس کا حل نہیں ہوتا۔ نہ اس وقت اسے کوئی شادی کے لئے Accept کرتا ہے نہ اور کچھ۔ اس لحاظ سے ہمارے ہاں سب سے خوش نصیب (بھائی کا نام لیا) کہ وہ تھے۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے، انہیں آخری عمر میں بھی جو بیوی ملی وہ اتنی تابعدار، اتنی خوبصورت، اور اتنی تندرست بیوی ملی کہ مرتے دم تک اس کی اتنی خدمت کی کہ جتنی نئی نویلی دلہن بھی نہیں کرتی۔ اس نے ان کی اتنی خدمت کی۔ اس لحاظ سے وہ بڑے خوش قسمت تھے۔

☆ نئے بیعت شدہ مریدین سلسلہ سے رابطہ اور ان کی اصلاح پر بات ہوئی تو فرمایا:

ہمارے مقرر کردہ یہ بزرگ بھائی اسی طرح رابطہ کرتے ہیں جیسے آپ کو پرانے بھائی ساتھ چلاتے تھے، اسی طرح یہ Monitor انہیں فون کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں۔ ایسا نہیں ہے کہ نئے بھائیوں نے فون کرنا ہوتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہیں، وہ تو سامنے ہی نہیں آتے اور آپ کہتے ہیں کہ وہ فون کریں گے۔ وہ فون نہیں کرتے۔ انہیں خود فون کرنا پڑتا ہے کہ ہم آپ کے بھائی ہیں، ہمارے لائق کوئی خدمت ہو، تعلیم سے متعلق ہو، یا ویسے ہو تو ہم سے بات کر لیا کریں۔ یہ بات یہ Monitor کرتے ہیں، نئے بھائی نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ آپ کو، آپ کا زمانہ یا اس سے آگے ہمارا زمانہ وہ واقعی ایسا ہی تھا، ہمیں تو سارا ماحول خود بخود مل جاتا تھا۔ بڑے بڑے سارے بزرگ ہمارے پاس آ کے بیٹھے رہتے تھے۔ لو بھئی ہم آ گئے ہیں، کھلاؤ پلاؤ، ہم آ گئے ہیں۔ مرتضٰی صاحبؒ روزانہ بلاناغہ میرے پاس آتے تھے، عطاء اللہ شاہؒ اور ملک صاحبؒ روزانہ میرے

پاس آتے تھے۔ یہاں تک کہ جب میرا تبادلہ ادھر لاہور ہوا تو ملک صاحبؒ نے مجھے کہا کہ بیٹا فکر مت کرو، میں خود آ کے آپ کو باباجی کے Hand over کروں گا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس وقت تو لوگ اتنا پیار کرتے تھے۔ اب بھی پیار کریں۔ یہ لوگ ان کو ملے ہیں، ان کو پیار لینا آتا نہیں ہے۔ ہم تو پیار کرتے بھی تھے، کرواتے بھی تھے، ہمارے تو بڑے مزے تھے۔ آپ کو بھی یہ مواقع ماشاء اللہ میسر رہے ہیں۔ جتنے بھی اس دور کے بھائی ہیں وہ سب یہ مانیں گے کہ اُس وقت بھائی ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے۔ یہ سب مانتے ہیں۔ بڑا پیار تھا۔ ساری ساری رات بیٹھ جاتے۔ ملک صاحبؒ آ کے خاموش ہو کے آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتے تھے، ہم توجہ لیتے رہتے تھے۔ سب بیٹھے بیٹھے سو لیتے تھے۔ گیارہ گیارہ، بارہ بارہ بج جاتے تھے۔ کوئی بات ہو نہ ہو وہ لیٹ کے توجہ دیتے رہتے تھے اور یہ سارے توجہ لیتے رہتے تھے۔ ایسے ہی مدہوش ہو کے بیٹھے رہتے تھے۔ نہ کوئی بات ہوتی تھی نہ کچھ۔ یہ روزانہ کا معمول ہوتا تھا۔ اسے کوئی نہ برا سمجھتا تھا نہ یہ کہتا کہ یہ کیا ہے کہ آرام کرنے کا وقت بھی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی ایسی بات نہیں کرتا تھا۔ وہ وقت ہی اور تھا، اب اتنا وقت بھی ویسے کسی کے پاس نہیں ہے۔ ساری ساری رات بیٹھ گئے۔ شاہ صاحبؒ نہیں ہیں تو ملک صاحبؒ آ کے بیٹھے ہیں، ان کی باتیں ہی اتنی پیاری تھیں کہ باتیں کرتے رہتے تو یہ بھی گیارہ بارہ بج جاتے تھے۔ وہ وقت اچھا تھا۔ اب ان بھائیوں کے لئے ہم نے صرف Monitors کو کہا ہے کہ آپ ان سے خود Contact کریں اور ان سے بات کریں۔ اب ایک ایک کے ذمے چار چار بھائی لگائے ہیں۔

☆ مرکز تعمیر ملت پر ایصال ثواب کے پروگرام کے حوالے سے فرمایا:

باباجی انصاری صاحبؒ کا یوم پیدائش جولائی میں ہے اور باباجی ڈار صاحبؒ کا یوم

وفات بھی جولائی میں ہے۔ یہ ہم ایک ہی دن منائیں گے۔ اس کی دوصورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اتوار کو جو پروگرام کرتے ہیں وہ Routine کا پروگرام ہوگا اس میں خاص طور سے یہ برسی وغیرہ منانے کا پروگرام نہیں کریں گے بلکہ جو Routine کا پروگرام ہوگا، ہر مہینے جو پہلے اتوار کو میٹنگ ہوتی ہے اس میں میٹنگ میں ہی ہم ایصالِ ثواب کا پروگرام بنالیں گے اور بھائیوں کو دعوت دے دیں گے کہ جو آسکتا ہے آجائے وہ شامل ہوجائے گا۔ یا پھر ان دونوں تاریخوں کے درمیان میں کوئی تاریخ Fix کریں گے۔ یہ ابھی بھائی آپس میں مل کے کوئی دن منتخب کریں گے اور ان شاء اللہ پروگرام ہوگا اور آپ سب کو اطلاع دی جائے گی۔ ہم آپ کو Welcome کریں گے۔

(آن لائن محفل مورخہ 30 جون 2024ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ مرکزِ تعمیرِ ملت پر ایصالِ ثواب کے پروگرام کا بتایا:

بھائی آرہے ہیں تو مجھے بات کے دوران ان سے بات کرنی پڑتی ہے۔

مزاح کے ماحول میں فرمایا: اس دفعہ تو بھائیوں نے کمال کر دیا۔ میرا خیال ہے (خادم حلقہ گوجرانوالہ کا نام لیا کہ) ان کا سستی والا سایہ اٹھ گیا ہے تو آپ لوگ ذرا جلدی آگئے ہیں۔ جب وہ ہوتے ہیں تو ان میں دس بجے سے پہلے کوئی نہیں آتا۔ انہیں آتے آتے ہی دس گیارہ بج جاتے ہیں۔ آج وہ عمرے کے لئے اپنے بیٹے کے پاس بمع فیملی چلے گئے ہیں تو بھائی لوگ جلدی آگئے ہیں۔ میں نے کہا کہ شاید ان کا سستی والا سایہ اٹھ گیا تو آپ لوگوں کو جلدی آنے کا موقع مل گیا ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے بڑا کمال کیا ہے، جلدی آگئے ہیں۔ ورنہ بابا جی کے دور سے ان لوگوں کا وطیرہ ہے کہ کم از کم دس بجے اور آرام سے آنے کا تو ایک بجے بھی آسکتے ہیں۔ ان کا آنے کا وہی طریقہ ہے۔

☆ ملتان میں توحیدیہ حلقہ جات کی طرف سے اجتماعی حلقہ ذکر کا بتایا گیا تو فرمایا:

اتنی گرمی میں ایسے تکلیف مت اٹھائیں ۔ جہاں آسانی ہو وہاں کر لیا کریں۔ ایک جگہ ہو تو ایک جگہ کر لیا کریں، دو جگہ ہو تو دو جگہ کر لیا کریں۔ آسانی دیکھیں۔ اللہ میاں بھی ہمارے لئے آسانیاں پسند کرتا ہے، ہمیں مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ ہمیں بھی چاہئے کہ آسانیوں کو ہی Follow کریں۔ دیکھیں کہیں ایسا ویسا وقت پیش آجائے تو وہاں بھی رونا دھونا نہیں چاہئے، وہاں بھی الحمدللہ کہہ کے بڑھ جانا چاہئے۔ خوب استقامت سے مشکل وقت گزارنا چاہئے ۔ ویسے جو بھی ہو سردی ہو، گرمی ہو، ہمیں اس کا کیا ڈر، ہم تو آگئے ہیں ایسا ہے تو اللہ میاں پھر بہتری کرتا ہے۔ شکر ہے الحمدللہ۔ اللہ کا شکر ہے، اللہ بہتری کرتا ہے۔

☆ بات ہوئی کہ بعض دفعہ اللہ کے بارے میں خاص ادب سے جمع کا صیغہ استعمال کر کے بات کی جاتی ہے تو اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس پر فرمایا:

جو بات غلط العام ہو وہ جائز ہوتی ہے ۔ ویسے مجھ سے تو یہ جمع نہیں ہوتی۔ آپ سے ہو جاتی ہو تو ہو جاتی ہو گی، میں تو Single ہی کہتا ہوں ۔ میرا خیال ہے کہ وہ خوش بھی اسی پر ہوتا ہے۔ عزت احترام والی بات وہ سب کچھ جانتا ہے کہ کس ڈگر سے بول رہے ہیں؟ یہ کس Volume سے بول رہے ہیں؟ وہ سب جانتا ہے اور اس کی آواز میں سنگل صیغہ ہی صحیح ہوتا ہے۔

☆ پوچھا گیا کہ بعض دفعہ اللہ میاں کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس پر فرمایا: یہ سب پیار کی باتیں ہیں ۔ عام لوگ جیسے اپنے سے بڑے آدمی کو میاں میاں کہتے ہیں تو اسی تصور کے تحت آپ اللہ کو بھی اللہ میاں کہہ دیتے ہیں ورنہ لفظ میاں کا اللہ میاں سے کیا جوڑ ہے؟ لیکن یہ سب اس احترام اور پیار سے اگر زبان سے نکل جاتا ہے تو یہ ہی غلط العوام والا چکر ہے۔ یہ سب جائز ہے۔

اللہ میاں جانتا ہے کہ یہ کیسے بول رہا ہے۔ کتاب 'تلاش' میں یا کسی دوسری میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ مفتی نے لکھی ہے۔ کہتا ہے کہ میں حرم کے پاس کھڑا دعا کر رہا تھا تو پاکستان سے گیا ہوا ایک آدمی تھا جو چوہدری لگتا تھا، اس نے کھڑا ہو کے آرام سے کہا۔ یہ اس کے الفاظ تھے کہ اللہ میاں تو جانتا ہے کہ میں کیسا بندہ ہوں۔ زمانے بھر کے گناہ، غلطیاں ساری مجھ سے سرزد ہوئی ہیں لیکن ہمارے ہاں ایک رسم چلی آرہی ہے کہ اگر سر کا دشمن بھی ڈیرے پر آ جائے یا گھر آ جائے، معافی مانگ لے تو ہم اسے معاف کر دیتے ہیں۔ ہم اسے پیچھے نہیں چھوڑتے کہ یہ گھر آ گیا ہے۔ اسے معاف کر دیتے ہیں اور ہر طرح کی خدمت بھی کرتے ہیں۔ اللہ میاں میں بھی سارا کچھ چھوڑ کر قدموں میں آ گیا ہوں۔ ہماری ریت ہی ہم پر Apply کر کے ہمیں معاف کر دو بس۔

مفتی کہتا ہے کہ میں جھوم اٹھا کہ یا اللہ میں نے جتنی بھی دعائیں کی تھیں یہ ساری اس کے پلے میں ڈال دے اور یہ ایک دعا مجھے دے دو۔ کہتا ہے کہ مجھے مزا آ گیا۔ اللہ میاں سے جو آدمی ایسے بات کر سکتا ہے تو وہ پیار کی وجہ سے ہی کرتا ہے۔ اللہ میاں اس طرح ہوتا ہے، اس طرح ہوتا ہے، یہ بڑے پیار کی بات ہے۔ اس لئے اس کو برا کہنا اچھا نہیں ہے۔ اچھا ہے ٹھیک ہے، یہ دل کی آوازیں ہوتی ہیں جو خود بخود ہی منہ پر آتی ہیں، زبان پر آتی ہیں اور نکل جاتی ہیں۔ ورنہ ہمارا کیا ہے۔ کچھ باقی رہ جاتا ہے؟ ہمارے پلے کچھ بھی نہیں ہے، ہم ہیں، ہم کیا ہیں؟ اس کی مخلوق ہیں چاہے تو ہمیں کیڑے مکوڑوں میں گن لے، چاہے تو ہمیں کوڑا کرکٹ سمجھ لے۔ جو چاہے سمجھ لے۔ وہ خالق ہے، مالک ہے، اس کا کیا ہے۔

اصل میں بات ہی یہی ہے کہ جو کچھ نہیں ہوتے انہیں کچھ کر دیتا ہے، بنا دیتا ہے کہ لو جی، چلو تم میری مخلوق ہو، میں تمہیں اونچا کر دیتا ہوں، وہ اونچا کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سب اس کی مرضی سے چلتا ہے، الحمد للہ۔ الحمد للہ۔

☆ مرکز تعمیر ملت پر ماہوار محفل میں ایصالِ ثواب کا پروگرام تھا۔ اس پروگرام کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

پروگرام یہ بنایا ہے کہ سب سے پہلے ہم تھوڑی تلاوت کریں گے، اس کے بعد کچھ ذکر کریں گے، اس کے بعد ختم اور دعا کریں گے۔ کوئی حمد، کوئی نعت، کوئی عارفانہ کلام ایک ایک سنیں گے، پھر دعا کر کے ختم کر لیں گے۔ تھوڑی تھوڑی ہماری گفتگو ہو جائے گی۔ راولپنڈی سے (دو بزرگوں کا نام لیا کہ) یہ آ گئے ہیں۔ ہمیں حوصلہ ہو گیا ہے کہ یہ آ گئے ہیں، ہمیں انہوں نے یاد رکھا ہے۔ ہمیں امید تھی کہ یہ ملتان والے بھی شاید آ جائیں لیکن گرمی کا موسم ہے۔ اس دفعہ گرمی نے اچھوں اچھوں کو ماشاء اللہ اچھا لپیٹا ہے، ملنے نہیں دیا۔ (بیرون ملک سے محفل میں شریک بھائی سے فرمایا کہ) آپ تو وہاں اتنے ٹھنڈے ٹھنڈے موسم میں مزے کر رہے ہیں۔ ہمیں یہاں پتا ہے کہ پاکستان میں اس گرمی میں رہنا کتنا آسان ہے۔

بھائی نے کہا کہ اتنی گرمی میں بڑے مزیدار میٹھے آم اور دیگر پھل ہوں گے۔ اس پر فرمایا:

ہمارا حصہ ایسے خیالی پلاؤ پکا کے آپ نہ حاصل کر لیں۔ وہ مزے صرف ہمارے لئے ہیں، آپ وہ مزے نہ لیں کیونکہ ہم گرمی میں رہتے ہیں، ہم یہ کھانے کے حقدار ہیں، آپ خواہ مخواہ زبانی زبانی مزے لے رہے ہیں۔ پاکستان میں یہ مزے تو ہیں۔

امریکہ میں وہاں تربوز کا ٹکڑا لپیٹ کے رکھا ہوا میں نے دیکھا تو کہا کہ ہمارے ہاں یہ گدھے بھی نہیں کھاتے اور یہاں لپیٹ کے، خوبصورت کاٹ کے الگ الگ ٹکڑے ایک ایک ڈالر، دو دو ڈالر میں بک رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہم کتنے ناشکرے ہیں۔ ہمارے ہاں تربوز شروع ہوتو جب تک گدھوں کے آگے نہیں پھینکنے کے ہوتے تھے اس وقت تک قدم قدم پر تربوز کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں۔ پاکستان کے ہر شہر میں ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کہاں سے

اتنے آتے ہیں لیکن دنیا پھر بھی پاکستان کو کہتی ہے کہ ایسا ہے، ویسا ہے۔ آج کل اگر آپ آموں کے ریڑھے دیکھیں یا دوسرے موسمی پھلوں کے ریڑھے دیکھیں تو وہاں بھی ایسا ہی حال ہے۔ وافر ہیں۔ ماشاء اللہ اللہ کا اتنا فضل ہے۔ آپ کو وہاں یہ چیزیں نہیں ملیں گی۔ وہاں لپٹی لپٹائی ایک آدھ ٹوکری کہیں پڑی ہوگی۔

میں ایک دفعہ جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ انجیر پڑی ہوئی تھی۔ مجھے انجیر اچھی لگتی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے دو۔ وہاں ایک تیلیوں کی ٹوکری بنی ہوئی تھی چھوٹی سی مٹھی جتنی۔ اس میں چار دانے انجیر کے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ دیکھو یار یہ امریکہ ہے۔ یہاں چار دانے اتنے قیمتی ہیں۔ ہمارے ہاں انجیر چکھنے کے لئے کدو ہوتے ہیں۔ یہ عام کدو جب بڑے بڑے ہو جاتے ہیں تو انہیں سکھا دیتے ہیں، اندر سے خالی کرتے ہیں تو انہیں انجیر اور ایک چیز وہاں سر وہوتی ہے، اسے چکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہمارے ہاں جب تک کدو بھرا ہوا ٹوکری میں ڈال کے کھایا نہیں گیا اس وقت تک کوئی سکون نہیں آتا کہ ہم نے انجیر کھائی ہے۔ یہ اب چار دانے ہیں تو میں اب ان کا کیا کروں گا۔ بہر حال اللہ کے فضل سے یہ بات پاکستان کی ہے کہ پاکستان میں یہ چیزیں ہیں۔ ہر چیز موسمی پھل ہر جگہ ڈھیر ہوتا ہے۔

اب یہاں بارش ہوگئی ہے تو موسم اچھا ہوگیا ویسے تین دن پہلے یہاں دھوپ میں منہ نکالنا بھی مسئلہ تھا۔ اتنی شدید گرمی تھی۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ ہمارے ہاں ہرے بھرے پودے لگے ہوئے ہیں، ان میں سے دو تین پودوں کے پتے جھلس گئے ہیں۔ اس دفعہ ایسی گرمی پڑی ہے۔ ایک تو چھوٹے پودے ہوتے ہیں جو جھلس جائیں تو اور بات ہے مگر یہ تو بڑے پودے ہیں، اچھا خاصا پھل دینے والے ہیں، ان کے پتے جھلس گئے ہیں۔ ایسی گرمی پڑی ہے۔ اللہ میاں نے اس دفعہ بس اچھا امتحان میں ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ساتھ ساتھ ہمت

دے۔ یہاں ہمارے ہاں گوجرانوالہ میں ٹمپریچر 49 تک گیا ہے۔ ایک دن اس حد تک گیا ہے اور ایک دن 48 تھا۔ اس کے علاوہ پینتالیس اور چھیالیس تو اکثر اس دوران رہا ہے۔ حبس اب چار پانچ دن پہلے سے شروع ہوگیا ہے۔ اب ٹمپریچر 42 اور 43 ہے۔

☆　ایصالِ ثواب کی محفل سے متعلق بات پر فرمایا:

اس موقع پر آپ جیسا بہتر سمجھتے ہیں کہ ایسے اللہ میاں خوش ہوگا تو ویسے ہی کر لیں جیسے اللہ میاں خوش ہو۔ مقصد تو اللہ میاں کی خوشی ہے۔ وہ کسی بھی بہانے سے خوش ہو جائے تو ہمارے لئے وہی غنیمت ہے۔ یہ بہت بڑی غنیمت ہے کہ اللہ بس خوش ہوگیا۔ وہ اپنے بندوں کے یاد کرنے پر اگر ہم ان کے لئے دعا کریں گے تو وہ انہیں بھی معاف کر دے گا، ہمیں بھی معاف کر دے گا۔ مالک ہے۔ ہم یہی کریں گے آپ بھی کریں۔

ہم جتنا بھی ان کے شکرگزار ہوں وہ کم ہے۔ اس زمانے میں ہمیں جو تعلیم انصاری صاحب نے دی، اس کا جواب صدیوں بعد ہی کوئی دے سکے تو دے سکے۔ ایک ہزار سال تک تو نہیں دے سکتا۔ ڈار صاحب نے اس کے بعد جو رات دن ایک کر کے بکھرے موتی اکٹھے کئے یہ ناقابلِ فراموش کرامت تھی جو ان سے سرزد ہوئی۔ پشاور سے لے کر کراچی تک انہوں نے سیر کی بچوں اور بھائیوں کو ایک پلیٹ فارم پہ اکٹھا کیا یہ بہت بڑی Achivement تھی۔ یہ ان کا ہی کام تھا جو انہوں نے اتنی محنت کر کے یہ سارا کچھ ہمارے لئے کیا۔ ہمارے لئے پھر ایک بنا بنایا باغ ہمیں دے کے چلے گئے۔ یہ اسی کی یاد کرتے ہیں کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ جس نے ہمیں ایسی ہستیاں دیں کہ ہم اپنے آپ کو ڈبوتے رہے وہ تراتے رہے، ہم ڈبوتے رہے وہ تراتے رہے۔ انصاری صاحب نے جتنا ہمارے لئے باغ بنایا تھا وہ ہم نے اپنے ہاتھوں مٹا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے رحم کر کے ڈار صاحب

کو سامنے لا کر ان کی محنت سے ہمیں پھر اکٹھا کر دیا۔ یہ ہم پر خاص اللہ کا کرم ہے۔

پتا نہیں ہم میں کیا خوبی اللہ کو پسند ہے لیکن اس سے حوصلہ پڑتا ہے کہ جو آدمی بھولے بسرے بھی شوق سے اور پیار سے اللہ کو یاد کرتا ہے، اللہ اس کی سنتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے، اور اس کو نوازتا ہے۔ یہ ثبوت ہے کہ اس زمانے میں بھولے بسرے بھی کہیں چلتے پھرتے اللہ کو یاد کیا اور اللہ کے بندے سے پیار کیا تو اللہ میاں کو یہ بھی بھا جاتا ہے کہ چلو یہ بھی بہت ہے۔ الحمد للہ ہمارے ساتھ تو یہ پچھلے کئی دہائیوں سے ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کی دین ہے جس کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے آپ بھی جو کرنا چاہیں، کر لیں اور دل کے خلوص سے کریں اور یہی اللہ میاں قبول کر لے گا۔ اصل بات قبولیت کی ہے، وہ قبول کر لیتا ہے۔ وہ مقابلے میں نہیں آتا۔ ہمارا اور اس کا کیا مقابلہ ہے؟ وہ خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں، بس وہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔ بس وہ بخش دیتا ہے۔ معاف کر دیتا ہے۔ ہمارا گزارا اس سے چل رہا ہے۔ ہم اسی میں خوش ہیں۔ الحمدللہ ہماری دستگیری ٹھیک وقت پر ہو جاتی ہے۔

پیچھے جو انصاری صاحب کی وفات کی بعد نوے کی دہائیوں میں نہ ہم تین میں تھے نہ تیرہ میں۔ بس مجھے کبھی خیال آتا تو بس بیٹھ کے روتا رہتا تھا۔ سب کچھ بھولا ہوا تھا۔ اب وہ حالات سامنے رکھتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کیسے زندہ تھا۔ اب اللہ میاں نے وہ وقت بھی گزار دیا اور اپنے یاروں دوستوں میں مجھے بھی ملا دیا۔ یہ اس کی دین تھی۔ الحمد اللہ آج ہم سب پھر اکٹھے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔

آپ اگر انبیاء کی History دیکھیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے Selected اور برگزیدہ افراد تھے، انہوں نے آ کے اپنی ڈیوٹی کا جو وقت لگایا۔ یہ ہمارا سوچنا بھی غلط ہوگا کہ

انہوں نے اپنی ڈیوٹی نہیں کی۔پوری طرح ڈیوٹی کرنے کے باوجود کئی انبیاء ایسے گزرے جن کی پوری زندگی میں ایک آدمی کو بھی ہدایت نہیں ملی۔یہ معمولی بات نہیں ہے۔انبیاء اور اللہ کے Selected قسم کے لوگ۔وہ ایسے محروم چلے جائیں کہ اپنا کوئی ایک ساتھی بھی نہ بنا سکیں۔ان کو دیکھو اور اپنے آپ کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پہ کتنا کرم کیا ہوا ہے۔ہمارے ہزاروں آدمی بکھر گئے۔ختم ہو گئے۔کسی کا پتا ہی نہیں تھا کہ کون کہاں ہے، پھر اللہ میاں ایک مجاہد کو سامنے میدان میں لے آیا، اس نے رات دن ایک کر کے سب کو اکٹھا کیا اور پھر توحید کے پرچم کے نیچے سب کو جمع کر دیا۔پھر یہ ہو گیا۔ہم پر امید ہیں کہ اللہ میاں ایسا ہی ان کا کوئی شاگرد پیدا کرے گا، لائے گا کہ ایک دفعہ پھر چہل پہل ہو گی۔ان شاءاللہ ایک بار پھر اللہ کے فضل وکرم سے خوب چہل پہل ہوگی۔یہ ایسا نہیں رہے گا۔

میں نے تو نہیں سنا لیکن انصاری صاحب کے بقول کہ بھائی کہتے ہیں کہ آپ نے کہا تھا کہ ایک ہزار سال تک تو میری تعلیم چلے گی اور سلسلہ چلے گا۔اللہ میاں اس کو سچ کرے اور بار بار سچ کرے اور ہمیں اس حلقے کے ساتھ پیار کرنے اور اس کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ سچ ہو جائے تو سمجھیں کہ انصاری صاحب بھی کامیاب ہو گئے اور ہم بھی کامیاب ہو گئے۔یہ سنی سنائی بات ہے کہ یہ ہے۔ظاہر ہے کہ ایک بات چلتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی بات ہوتی ہے، ایسے ہی نہیں چل پڑتی۔کوئی بات ہوتی ہے۔یہ ایسے ہی بات نہیں ہے۔کتنی باتیں ہی ہمارے سامنے ہیں کہ ان کی باتیں اللہ میاں نے قبول کی ہیں، انہیں شرف قبولیت بخشا ہے تو اسے کیوں شرف قبولیت نہیں بخشے گا؟ اسے بھی شرف قبولیت بخشے گا۔ ان شاء اللہ اسے بھی شرف قبولیت بخشے گا۔وہ ہمارے ہی بھائی ہوں گے، ہمیں بھی ان شاء اللہ ہمارے مرنے کے بعد ان سے فیض ملتا رہے گا۔وہ نیک لوگ ہوں گے۔ہمیں اللہ کے فضل سے اللہ میاں نے اس رو میں داخل کر دیا ہے، اللہ میاں نے ہم پہ یہ مہربانی کر دی ہے۔

☆ دوزخ کی Requirement بھی بہت زیادہ ہوگی۔وہ کہے گی:

ھل من مزید (سورۃ ق 50۔آیت 30)

ہمیں اور چاہیے، ہمیں اور چاہیے لیکن جنت ادھر ایک درجہ زیادہ ہے، وہ آٹھ ہیں۔ان کو بھی زیادہ چاہئیں۔یہ سارے آپ لوگ ہی ان شاء اللہ پورے کریں گے۔یہ اگلے پچھلے سب مل کر جب وہاں داخل ہوں گے اور نعرہ تکبیر ماریں گے تو وہاں نعرہ تکبیر گونجے گا۔وہاں قیامت کا سماں ہوگا، ان شاء اللہ جب اتنے توحیدی اکٹھے ہوں گے تو اس کی قیامت کی سختیاں جو سب ہوں گی وہ آرام میں اور سہولتوں میں بدل جائیں گے۔

☆ حضرت اویس قرنیؓ زندہ رہے اور آپؓ کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں ملی۔صرف اس لئے کہ ان کی والدہ ضعیف تھیں اور بیمار تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت سب سے زیادہ ضروری آپ کے لئے ان کی خدمت کرنا ہے، ان کی خدمت کریں۔میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ان کی والدہ شاید انتقال کر گئی تھیں تو انہیں پہلا اس کا صلہ یہ ملا کہ حضور ﷺ نے وصال کے وقت حکم دیا کہ دو صحابہ قرن جائیں، وہاں میرا ایک صحابی اویس ہے، کہیں دور بھیڑ بکریاں چرا رہا ہوگا۔اس کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ میری امت کی بخشش کے لئے دعا کرے۔یہ پہلا اعزاز تھا جو حضرت اویس قرنیؓ کو ماں کی خدمت کی وجہ سے ملا۔چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں گئے، آپ سے ملے۔جو مکالمہ ہوا وہ اپنی جگہ لیکن کہتے ہیں کہ آپ سجدے میں چلے گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ دونوں صاحبان پریشان ہو گئے کہ یہ تو پتا نہیں کہیں ادھر ہی نہ گزر گیا ہو۔تو انہوں نے آپ کو اٹھا دیا تو آپؓ نے کہا کہ آپ لوگوں نے جلدی کر دی ورنہ میں فلاں فلاں قبیلے کی جو بھیڑیں ہیں ان کے بالوں جتنے امتیوں کو

بخشوا کے اٹھتا۔ یہ دوسرا اعزاز تھا۔

کہتے ہیں کہ قیامت والے دن آپؓ ان لوگوں کو لے کے جنت کی طرف اللہ کے حکم سے چلیں گے تو عین جنت کے دروازے پر آواز آئے گی کہ اویس کھڑا ہو جائے اور باقی لوگ چلے جائیں۔ اویس ادھر ہی رک جائیں گے اور باقی لوگ سب جنت میں چلے جائیں گے۔ وہ حیران و پریشان ہوں گے، ڈر جائیں گے تو حکم ہوگا کہ اپنے پیچھے دیکھو۔ وہ پیچھے دیکھیں گے تو جتنا ہجوم آگے گیا ہوگا اتنا ہی ان کے پیچھے اور ہوگا تو حکم ہوگا کہ ان کو بھی ساتھ لے کے جنت میں جاؤ۔ ان کو بھی وہ آگے لے کے چلے جائیں گے۔ یہ تیسرا اعزاز اور آخری اعزاز انہیں ملے گا۔

یہ اللہ انہیں کس وجہ سے نوازے گا؟ صرف ماں کی خدمت کی وجہ سے کہ انہوں نے ساری زندگی نمبر ایک ماں کی خدمت کی، ان کو ناراض نہیں کیا اور دوسرا حضور اقدس ﷺ کی بات مانی اور اپنی اس دیدار کی خواہش کو قربان کیا تو اللہ میاں نے ان کو یہ تین نعمتیں عطا کیں جن کا کوئی بدل نہیں ہے۔

میرے بھائی بھی سارے جن کو ان کے ماں باپ میسر ہیں ان کی خدمت جتنی بھی کریں وہ کم ہے۔ ایک صحابی نے اپنی ماں کو پیدل ایک یا کچھ زیادہ حج کرائے اور حضور اقدس ﷺ سے واپس آ کر پوچھا کہ کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ اس کی ایک اس رات کا جو اس نے آپ کو خشکی میں اور خود کو آپ کے پیشاب میں گزاری تھی اس ایک رات کا بدلہ بھی نہیں دے سکے تو آپ ان کا حق کیسے ادا کر سکتے ہیں۔

☆ بھائیوں کے سالہا سال سے ذکر کے مشاغل اور ان میں جاری وساری ذوق و شوق پر بات ہوئی تو فرمایا:

ہم اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں کہ ہم تابعداری میں صرف یہ کریں کہ یہ اللہ میاں نے کہا ہے۔ یہ اللہ میاں کا نام لے کے Credit بس اللہ میاں کو دے دیتے ہیں ورنہ اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟ یہ دین اسی کی ہے، ہم سر مو حرکت نہیں کر سکتے۔ یہ سارا کچھ اللہ میاں دیتا ہے، اللہ میاں ہی کرتا ہے اور اللہ میاں کو ہی اس کا Credit دینا چاہئے اور اللہ میاں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اللہ میاں کو Credit یہی ہے کہ ہم اللہ میاں کا شکر ادا کریں۔ سختی ہو، نرمی ہو، جیسے بھی حالات ہوں اللہ میاں کا شکر ادا کرتے رہیں۔ یہی خلوص ہونے کا ثبوت ہے۔ یہ شکر جو ہے جب یہ آپ دل سے ادا کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے پر خلوص یاد کیا ہے، خلوص سے اور تہہ دل سے اللہ میاں سے راضی ہو گئے۔ اللہ میاں سے آپ راضی ہو گئے تو ہزار گنا اللہ میاں آپ سے راضی ہو جاتا ہے۔ اتنا ہی بہت ہے۔ اتنا کوئی کر لے تو کافی ہے۔ کمال ہمارا کچھ نہیں ہے یہ یاد رکھیں۔ کمال ہمارا کہیں بھی، کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سب اسی کی دین ہے۔ اللہ میاں Credit ہمیں دے دے تو اور بات ہے ورنہ کرتا کراتا وہ خود ہے۔ جیسے ہے کہ

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

خود رِند سبو کش. خود بر سر آں کوزہ خریدار بر آمد

یہ سارا کچھ وہ خود ہے۔ ایسے ہی ہم لوگوں کو خوش کرنے کے لئے وہ کریڈٹ دیتا رہتا ہے۔ اللہ اللہ ہے اور ہمیں بس ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

(آن لائن محفل مورخہ 07 جولائی 2024ء کی گفتگو سے اقتباسات)

تعمیر ملت

(قرن اول میں مسلمانوں کی ترقی)

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)
بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مسلمانوں کے زوال کی وجوہات معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرنِ اوّل میں ان کی ترقی کے اسباب دریافت کیے جائیں اور دیکھا جائے کہ وہ کون سے اُصول تھے جن پر عمل کر کے اس زمانہ کے مسلمانوں نے ترقی کی تھی اور یہ کہ اس زمانہ میں بھی ہم اُن اُصولوں پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ جب ہم اس نظر سے تاریخ اسلامی کے پہلے باب پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ دوعالمؐ کی پیدائش سے پہلے مُلک عرب دُنیا کا سب سے کمزور، جاہل اور پسماندہ مُلک تھا، لیکن حضورؐ کی بعثت کے بعد سو برس کے اندر اندر عربوں نے دُنیا کے بہترین آدھے حصّے پر قبضہ کیا اور باقی آدھے پر اپنی سیادت قائم کر لی جس طرح آج امریکہ اور یورپ کے چند ممالک نے قائم کر رکھی ہے۔ عربوں نے ان ملکوں پر قبضہ ہی نہیں کیا بلکہ اس نئی تہذیب کو بھی وہاں پھیلایا جو قرآن کی تعلیم سے وجود میں آئی تھی۔

تاریخِ عالم کا یہ واقعہ ایسا عجیب ہے جس کی مثال موجود نہیں۔ یورپ کے اکثر مورخین اور محققین نے اس ترقی کے اسباب کی تحقیق وتلاش میں عمریں صرف کر دیں لیکن یہ لوگ چونکہ لُر کائنات کی روحانیت اور صداقت کے قائل نہیں تھے اس لیے انہوں نے قرآنی تعلیم کے صرف نفسیاتی پہلو پر نظر کی اور وہ اُصول معلوم کر لیے جو اس بظاہر سیدھی سادی تعلیم میں اس

طرح چھپے ہوئے ہیں جیسے درختوں کے رگ وریشہ میں پانی۔ اور حق تو یہ ہے کہ یورپ کی ترقی کے بنیادی اُصول وہی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر قرنِ اوّل کے مسلمانوں نے ترقی کی تھی۔ برخلاف ازیں جب خود مسلمان اپنے قرنِ اوّل کی تاریخ کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ اُس محیر العقول ترقی کے اسباب معلوم کریں تو ان کی آنکھیں حضورؐ کی روحانی تابناکیوں یعنی معجزات و خوارقِ عادات سے خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں اور وہ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ نفسیاتی لحاظ سے اس تعلیم میں وہ کون سی طاقتیں پوشیدہ ہیں جو مُردوں کو زندہ اور زندوں کو زندۂ جاوید بنادیتی ہیں۔ <u>ہمارے خیال میں یورپ میں مادّی فروغ اور روحانیت کے فقدان کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اس نے تعلیم اسلام کا مطالعہ روحانی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ مادّی عینک لگا کر کیا ہے۔ اسی طرح موجودہ مسلمانوں کے زوال کا سبب بھی یہ ہے کہ وہ قرآن کا مطالعہ روحانی کرشمہ سازیوں کی روشنی میں کرتے ہیں، مادّی افادیت کے خیال سے نہیں کرتے۔</u>

ہر قوم کو ذہنی قابلیت کے لحاظ سے کم از کم تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے طبقۂ اعلیٰ، طبقۂ اوسط اور طبقۂ ادنیٰ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ترقی دینا چاہتا ہے تو اس میں ایک ایسا آدمی پیدا کردیتا ہے کہ طبقۂ اول کی غالب اکثریت دل و جان سے اس کی پیرو بن جاتی ہے۔ اب یہ لوگ اسی کی ہاں پر ہاں اور نہیں پر نہیں کہتے ہیں، اسی کے اٹھائے اٹھتے اور بٹھائے بیٹھتے ہیں، اسی کے اشاروں پر جیتے اور اُسی کے حکم پر مرجاتے ہیں۔ اس طرح ایک ایسی منظم جماعت وجود میں آتی ہے جو اپنے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کی وجہ سے ساری قوم میں ہر دلعزیز اور معزز بن جاتی ہے۔ طبقۂ اوسط کی اکثریت اُس جماعت کی ہر طرح تقلید اور مدد کرتی ہے اور طبقۂ ادنیٰ کی تعدادِ کثیر بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلنے لگتی ہے اس طرح پوری قوم میں ایک انقلاب آجاتا ہے۔

قومِ عرب کے طبقۂ اعلیٰ کی قیادت اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہؐ کے سپرد کی تھی۔ آپ ایک طرف تو ذاتی شرافت، اخلاق اور دانائی کی وجہ سے أفضل البشر تھے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ وہ تعلیم دی تھی جو نہ صرف قومِ عرب بلکہ تمام جہان کے باشندوں کی فلاح و بہبود اور آئندہ امن و ترقی کے لیے ضروری تھی۔ حضورؐ چونکہ آخری نبی اور قرآن چونکہ آخری آسمانی کتاب ہے اِس لیے اس میں دُنیا اور عُقبیٰ دونوں کے متعلق وہ تمام طریقے بیان کر دیئے گئے ہیں جو قیامت تک نوعِ انسان کی دنیاوی ترقی اور نجاتِ اُخروی کے لیے ضروری ہیں۔ یہ سچ ہے کہ قرآن میں صرف اُصول بیان کیے گئے ہیں، تفصیلات نہیں دی گئیں، لیکن قرآن کا سب سے بڑا معجزہ ہی یہ ہے کہ انسانی دماغ پستی یا بلندی کی کسی حد تک پہنچ جائے، کیسی ہی ایجادات ہو جائیں انسان اُڑ کر دوسرے ستاروں میں جا پہنچے، امن و امان سے زندگی گزارنے، دنیاوی ترقی کرنے اور مرنے کے بعد دوسرے جہان میں آرام و آسائش حاصل کرنے کے جو اُصول قرآن میں بتائے گئے ہیں وہ ہمیشہ صحیح رہنمائی کرتے رہیں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ دنیاوی ترقی کے لیے قرآن میں وہ کون سے اُصول بتائے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر اُس جماعت نے ترقی کی جس کو رسولِ خداؐ نے خود مرتب اور منظم کیا تھا۔ اُس جماعت میں حضورؐ کے صرف وہ صحابی شامل تھے جو آپ کا زیادہ سے زیادہ قُرب حاصل ہونے کی وجہ سے آپ کی صحبت اور تعلیم سے اوروں کی نسبت زیادہ فیض یاب ہوئے تھے۔ اِن صحابۂ کبار کی تعداد چند سو نفوس سے زیادہ نہ تھی، لیکن یہی وہ طبقۂ اعلیٰ تھا جو تمام عرب کا دل و دماغ تھا۔ طبقۂ اوسط میں وہ لوگ شامل تھے جو خدا پر کامل تو نہیں مگر اچھا ایمان رکھتے تھے اور قرآنی احکام کی طبقۂ اعلیٰ سے کچھ کم مگر طبقۂ ادنیٰ سے بہت زیادہ پابندی کرتے تھے۔ طبقۂ

ادنیٰ میں تین قسم کے آدمی تھے، ایک وہ جو اگرچہ صدقِ دل سے مسلمان ہوئے تھے لیکن ایمان وعمل میں کمزور تھے، دوسرے وہ جو سطوت وشوکتِ اسلامی کو دیکھ کر مجبوراً یا لالچ سے مسلمان ہوئے لیکن آخر میں سچے دل سے ایمان لے آئے، تیسرے وہ جو محض منافق اور در پردہ اسلام کے دشمن تھے مگر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک ان کی کچھ پیش نہ گئی اور وہ جماعت وجود میں آ گئی جو اجتماعیات کے تمام اُصولوں پر ہر لحاظ اور ہر زاویہ سے پوری اترتی تھی۔ وہ اُصول کیا تھے؟ یوں تو اُس جماعت کے افراد قرآن کے تمام احکام پر عی سختی سے عمل کرتے تھے مگر ہم یہاں صرف اُن اُصولوں کا ذکر کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے جماعت بندی کے ذریعہ سے قومی ترقی کے لیے قرآن میں مقرر فرمائے ہیں، یہ اُصول پانچ ہیں:۔

۱۔ ایمان۔ یعنی یقینِ محکم ۲۔ اتحاد۔ یعنی باہمی محبت اور اخوت

۳۔ رابطہ۔ یعنی تنظیم ۴۔ اطاعت۔ یعنی ضابطہ کی پابندی (ڈسپلن)

۵۔ عمل۔ یعنی کام کرنے کی بے پناہ قوت اور اس کا استعمال۔

یہ پانچ باتیں ایسی ہیں کہ جب تک منتشر افراد کے کسی گروہ میں اکٹھی نہ ہو جائیں وہ جماعت کی شکل میں منظم نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس قدر کسی جماعت کے افراد ان اُصولوں پر سختی سے عمل کرتے ہیں اتنی عی وہ جماعت مضبوط اور طاقتور ہوتی ہے۔ اب ہم ان اُصولوں کا بیان الگ الگ اور کسی قدر تفصیل سے کرتے ہیں:۔

ایمان: ہر جماعت کی بُنیاد چند ایسے عقلی، ذہنی، وجدانی یا روحانی نظریات و معتقدات پر قائم ہوتی ہے جن پر اُس جماعت کے ہر فرد کو بدرجہ مسلمات یقین و وثوق ہوتا ہے۔ یہ یقین و وثوق جس قدر پختہ اور کامل ہو اسی قدر یہ جماعت زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوگی، یعنی باقی چار اصولوں پر زیادہ سختی اور پابندی سے عمل کرے گی۔ صحابہ کبارؓ کی جس

جماعت کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ ہدایات وحی کے ذریعے نازل ہوتی ہیں جن کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔ اس عقیدے کے بظاہر تین حصے ہیں اللہ، رسولؐ اور قرآن، لیکن اصل اس کی صرف اللہ ہے کیونکہ اسی نے محمدؐ کو پیدا کیا اور اسی نے قرآن نازل فرمایا۔ اس لیے اس عقیدے کی اساس اللہ اور صرف اللہ ہے جو ذات وصفات میں ہر لحاظ سے یکتا اور اپنی مخلوق پر ہر طرح قادر ہے۔ اسی وجہ سے اس عقیدے کو عقیدۂ توحید کہتے ہیں۔

توحید: تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم نے عقیدۂ توحید اختیار کیا وہ اتنی جلدی ترقی کر گئی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ مثال کے طور پر پروٹسٹنٹ فرقے کو لیجیے، عیسائی قوموں کی ترقی اسی فرقہ کے وجود میں آنے کے بعد شروع ہوئی۔ اسی طرح آریہ سماجی فرقے کو دیکھیے جو پچھلی صدی میں پیدا ہوا۔ یہ فرقہ ایک خدا کو ماننے کا مدعی ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس فرقے کی توحید، اسلامی توحید کے مقابلے میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی سونے کے مقابلہ میں پیتل، کیونکہ یہ لوگ خدا کو قادر قیوم مانتے ہوئے خدا کے ساتھ روح اور مادّے کو بھی ازلی اور ابدی مانتے ہیں۔ باوجود ازیں اس نقلی توحید کے عقیدے نے بھی ہزاروں سال کے سوئے ہوئے ہندوؤں کو بیدار کرنے اور ان میں اتحاد وعمل کی روح پھونکنے میں جو مدد دی ہے وہ ان اربابِ نظر وفکر سے پوشیدہ نہیں جنہوں نے ہندوؤں کی موجودہ بیداری کے اسباب پر غور کیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس عقیدے میں وہ کونسی طاقت پوشیدہ ہے جس کی وجہ سے یہ جماعتی اور قومی ترقی میں اس قدر سریع الاثر اور قوی العمل ثابت ہوتا ہے، تو اس کی کئی وجوہات ہیں۔ اوّل تو یہ کہ جو چیز ہمیشہ نظر کے سامنے

رہے اُس کی عظمت ووقعت دل سے جاتی رہتی ہے۔ اللہ چونکہ نظر نہیں آتا اس لیے اس کی عظمت کبھی کم نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ جو چیز سامنے رہتی ہے انسان اس کی صفات و عادات اور ماہیت سے رفتہ رفتہ واقف ہو جاتا ہے۔ اللہ چونکہ نظر نہیں آتا انسان اس کی ذات و صفات کی حقیقت سے کماحقہٗ کبھی بھی واقف نہیں ہوسکتا، اس لیے ہمیشہ خوف و رجاء کی حالت میں رہتا ہے جس کی وجہ سے نہ تو بے پرواہ ہونے پاتا ہے نہ نا امید۔ تیسرے یہ کہ اللہ کو ماننے والا جانتا ہے کہ کفار و مشرکین کے معبودانِ باطل بھی اللہ ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اس لیے وہ نہ تو ان معبودوں سے ڈرتا ہے نہ ان کے ماننے والوں سے اور بدیں وجہ ان کے مقابلہ میں ہمیشہ زبردست رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ مومن چونکہ سوائے اللہ کے نہ تو کسی کے آگے سر جھکاتا ہے نہ کسی سے مدد کی امید رکھتا ہے، اس لیے اس کی ذہنیت کبھی غلامانہ نہیں ہوسکتی۔ پانچویں یہ کہ اللہ کو ماننے والوں کی قوتِ عمل کبھی کم یا مفقود نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ خود آ کر کسی کا کام نہیں کرتا بلکہ صرف عمل کرنے والوں کی نصرت و مدد فرماتا ہے، اس لیے وہ اس کی نصرت کی امید پر مصروفِ عمل رہتے ہیں اور اپنی کامیابی پر ہمیشہ یقین رکھتے ہیں۔ برخلاف ازیں جو لوگ ''اربابٌ من دون اللہ'' مثلاً پیروں فقیروں وغیرہ کو مانتے ہیں وہ چونکہ ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے موجود دیکھتے ہیں، اس لیے خود عمل نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھ کر بے فکر ہو جاتے ہیں کہ پیر صاحب کے تعویذ گنڈے یا دعا سے خود ہی سب کام ہو جائیں گے، ہم کو مشقت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس طرح ان کی قوتِ عمل بالکل جاتی رہتی ہے۔ چھٹا سبب روحانی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے قلب میں ایک ایسی حرارت اور برقی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جس کے جوش میں وہ بڑی سے بڑی مشقت اور مصیبت کو بھی ہنستے کھیلتے برداشت کر لیتے ہیں اور کبھی تھکتے نہیں۔ ساتویں یہ کہ ان مومنوں کو چونکہ یقین ہوتا ہے

کہ اگر ہم اللہ کے حکموں پر عمل کرتے رہے تو اس دُنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور اُس جہان میں بھی ہم کو اچھی سے اچھی جنتیں اور لازوال نعمتیں میسّر آئیں گی، اس لیے وہ اُس کے راستے میں کسی ایثار و قربانی سے منہ نہیں موڑتے۔ وہ اپنے مال و دولت کی آخری کوڑی صرف کرتے وقت بھی یہ نہیں سوچتے کہ کل کھانے کو کہاں سے آئے گا۔ مال و دولت کا تو ذکر ہی کیا جان بھی دینی پڑے تو اس خوشی سے دیتے ہیں گویا پردیس سے اپنے وطن کو جا رہے ہیں۔ بر خلاف ازیں جن لوگوں کے نظریات و عقائد کی بُنیاد ایسی ہستیاں ہوں جن کے عیوب و نقائص عقلاً ثابت ہو سکتے ہوں یا جن کی شکست و ریخت آنکھوں سے نظر آ سکتی ہو، اُن پر جب اپنے معبودوں کے نقائص ظاہر یا ثابت ہو جائیں یا جب وہ بچشمِ خود اُن کو فنا ہوتے دیکھ لیں تو ان کا عقیدہ کسی طرح قائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ جب کبھی ایسا کوئی واقعہ پیش آئے تو ان لوگوں کا یقین ختم اور اجتماعی قوت فنا ہو جاتی ہے۔ توحید پرست مسلمانوں کو جب بھی بُت پرست اور مشرک اقوام سے واسطہ پڑا یہی نتیجہ نکلا۔ ہندوستان میں مسلمان حملہ آوروں کی مٹھی بھر فوجوں نے ہندوؤں کے لاتعداد لشکروں کو کیوں شکستیں دیں۔ محض اس وجہ سے کہ دہلی، متھرا، کانگڑہ اور سومنات وغیرہ میں اپنے معبودوں کو تباہ ہوتے دیکھ کر اُن کا بُنیادی عقیدہ فنا اور ان کی اجتماعی قوت ختم ہو چکی تھی۔ جب تک مسلمانوں میں توحید پرستی باقی رہی وہ کہیں اور کبھی مغلوب نہ ہوئے لیکن جیسے جیسے یہ ایمان کم ہوا وہ بھی کمزور ہوتے گئے اور جب توحید پرستی کی جگہ ان میں اشخاص پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی، تعزیہ پرستی، زر پرستی، حکام پرستی اور دیگر پرستیاں پیدا ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی طرف سے منہ موڑ لیا اور پستی و ذلت کے اس غار میں چھوڑ دیا جہاں پڑے ہوئے وہ آج اغیار کا منہ تک رہے ہیں۔ بہر حال یہ تو تھی محض ایک نفسیاتی توجیہہ۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ پر واقعی یقین کامل ہوتا ہے وہ یقیناً اس کی

محبت اور شفقت کو دل سے محسوس کرتے اور اس کی امداد و نصرت کو آنکھوں سے نازل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کیسی ہی مصیبتیں پڑیں اُن کے پائے استقلال کو لغزش نہیں ہوتی۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مصائب اُن کو تکلیف دینے کے لیے نہیں بلکہ اُن کے کردار کو پختہ اور کامل بنا کر اپنی نعمتوں کا اِتمام کرنے کے لیے نازل فرماتا ہے۔ اس ایمان کی وجہ سے ان کے دلوں میں اطمینان و مسرت کے وہ سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہیں جن کے سامنے دُنیا کے تمام مصائب و آلام پر کاہ جتنی بھی وقعت نہیں رکھتے۔ پچھلے اقران و ادوار کا تو کہنا ہی کیا اس گئے گزرے زمانہ میں بھی جب کبھی کفر و شرک کا مقابلہ کسی توحید پرست سے ہوا ہے تو دُنیا اُس کے محیر العقول کارنامے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی ہے۔ ہم آپ کو ایک توحید پرست مومن کا سچا واقعہ سُناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ توحید پر ایمان کسے کہتے ہیں اور اس کی طاقت کیا ہوتی ہے، یہ واقعہ ایک سکھ کی زبانی ہے اور اُسی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے، وہ کہتا ہے:

"ستمبر ۱۹۴۷ء میں جب ہم نے اور ہندوؤں نے مسلمانانِ دہلی کے قتل عام کا فیصلہ کیا تو ہم نے یہ دستور بنا لیا کہ دس دس، بیس بیس مسلح آدمیوں کی ٹولیوں میں مضافات دہلی میں نکل جاتے اور جو مسلمان نظر آتا اُسے تہ تیغ کر دیتے۔ بیس پچیس دن تک یونہی ہوتا رہا لیکن بعد میں جیسے جیسے دن گزرتے گئے شکار ملنا کم ہوتا گیا اور اکثر جتھے خالی واپس آنے لگے۔ ایک دن رات کے وقت ہم لوگ واپس آرہے تھے کہ شہر میں کمپنی باغ کے نزدیک ایک مسلمان ملا۔ بہت دُبلا پتلا اور کمزور سا انسان تھا۔ لمبا قد، کالا رنگ، منہ پر چھوٹی داڑھی، ایک میلا سا تہبند باندھے اور کھدر کی میلی سی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ ہم نے اسے ٹھہرا لیا اور کہا چل ہمارے ساتھ۔ بولا، کہاں؟ ہم نے کہا تجھے قتل کریں گے۔ پوچھا میرا کیا قصور ہے؟ جواب میں کوئی بولا تو مسلمان ہے یا نہیں؟ جواب دیا الحمدللہ۔ ہم نے کہا بس اسی لیے تجھ کو قتل کریں گے۔ کہنے لگا،

اچھا یہ بات ہے! چلو اس سے اچھی موت اور کیا ہوگی۔ چنانچہ ہم اُسے کمپنی باغ میں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر کسی نے کہا، میاں صاحب جان بچانا چاہو تو بچ بھی سکتی ہے۔ پوچھا، کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ سکھ ہو جاؤ تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے وہ سمجھا نہیں۔ کہنے لگا، کیا مطلب؟ میں بولا، مطلب یہی کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارا مذہب قبول کرلو۔ یہ سنتے ہی اُس آدمی میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہوئی، چہرہ سُرخ انگارہ ہوگیا اور پہلی مرتبہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، آنکھوں سے شرارے اور منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ گرج کر بولا، میں.....تمہارا مذہب؟.....کافر کے بچو میں مسلمان ہوں مسلمان! ''میں'' تم سے کہتا ہوں کہ ''تم'' مسلمان ہو جاؤ ورنہ مار مار کر ڈھیر کر دوں گا۔ یہ سُن کر ہم سب اس کا مذاق اڑانے لگے اور ایک سردار جی کرپان لے کر قتل کے ارادے سے آگے بڑھے۔ ابھی وہ دو قدم بھی نہ جانے پائے تھے کہ ایک بجلی سی کوندی۔ وہ مسلمان اُچھلا اور ایک ہی جست میں خالصہ جی کے ہاتھ سے کرپان چھین کر کوئی دس گز فاصلے پر جا کھڑا ہوا اور کہنے لگا، لو اب آؤ، دیکھوں کون مجھے سکھ بناتا ہے، بڑھو نا۔ منہ کیا دیکھ رہے ہو، بزدل کہیں کے۔ یہ سنتے ہی ہم سب نے مل کر اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن ہم ابھی دُور ہی تھے کہ وہ اللہ اکبر کہہ کر پھر اُچھلا، ہماری آنکھیں جھپک گئیں، دیکھا تو دو سکھ زمین پر تڑپ رہے تھے۔ ابھی ہم سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ اللہ اکبر کہہ کر اس نے پھر حملہ کیا اور ایک سکھ کو ختم کر گیا۔ اب ہم کو بھی غصہ آیا، ست سری اکال کا نعرہ مار کر ہم نے بھی حملہ کر دیا اور کوشش کی کہ چاروں طرف سے گھیر کر اسے ختم کر دیں مگر وہ تو بجلی تھا قریب ہی نہ آنے دیتا تھا، اللہ اکبر کہہ کر حملہ کرتا اور ہر وار میں ایک دو آدمی زمین پر گر جاتے۔ نعروں کی آواز سُن کر بہت سے سکھ قریب کے مکانوں سے نکل آئے اور حملوں میں ہمارے ساتھ شریک ہو گئے مگر وہ قابو میں نہ آیا۔ کوئی آدھ گھنٹہ لڑائی رہی اور

ہمارے کئی آدمی مارے گئے۔ آخر بہت سے سکھ لمبے لمبے نیزے لے کر آئے اور چاروں طرف سے گھیر کر اس کو کچو کنے لگے۔ اس ترکیب سے وہ بہت زخمی اور نڈھال ہو گیا لیکن برابر لڑتا رہا۔ آخر میں ایک نیزہ اس کی کمر توڑ کر سینے کے پار ہو گیا اور وہ بے دم ہو کر زمین پر گر گیا، ایک سردار جی نے گالی دے کر کہا، دیکھا مزہ! جواب دیا، کافر کے بچے ہاں دیکھا اسی مزے کے لیے تو جان دی ہے۔ اگر تجھے معلوم ہوتا کہ اس وقت مجھے کیا مزہ آ رہا ہے تو تو بھی مسلمان ہو کر ابھی ان سکھوں سے لڑتا اور شہید ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ کچھ نہ بولا اور کلمہ پڑھتا رہا اور چند منٹ بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ ہم نے گنتی کی تو ہمارے اٹھارہ آدمی مرے اور گیارہ سخت زخمی ہوئے تھے۔ میں نے کہا یہ ایک ہی "مسلمان" ملا تھا اگر ایسے دو چار ہزار اکٹھے ہوں تو خدا جانے کیا کریں۔"

دیکھا آپ نے ایک توحید پرست مومن کیا کچھ کر سکتا ہے جو ایسے ہوں چند ہزار پھر کیا ہو؟ حقیقت میں مومن ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ عام حالات میں وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور ریشم سے زیادہ نرم ہوتا ہے مگر ضرورت پڑنے پر زہر سے زیادہ کڑوا اور فولاد سے زیادہ سخت ثابت ہوتا ہے۔ وہ موت پر ہنستا ہے اور شہادت کی آرزو میں مرتا ہے۔ موقع ہو تو نہتا ہی لڑتا ہے، نہ تلوار کی حاجت رکھتا ہے نہ بندوق کی۔

؎ کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

یہ تھا اللہ پر ایمانِ محکم کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ۔ اب کمزور ایمان کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے۔ انہی دنوں یعنی ستمبر ۱۹۴۷ء میں جب مسلمانانِ دہلی کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا، ان کے مکانات جل رہے تھے، مال و اسباب لٹ رہا تھا، عورتوں کی عصمت دری ہو رہی تھی، ایک

دن گاندھی جی ایک مسلمان محلّے میں تشریف لائے اور ایک مشہور کانگریسی مسلمان کے مکان پر کئی گھنٹے ٹھہرے تا کہ مسلمانوں کی شکایات سُن کر ازالے کی کوشش کریں۔ یہ سُننا تھا کہ سینکڑوں مسلمان جمع ہوگئے اور اپنی مصیبتیں بیان کرنے لگے۔گاندھی جی سنتے جاتے تھے اور تسلی دے کر وعدے کرتے جاتے تھے کہ دہلی کے ایک بہت مشہور کانگریسی مولوی تشریف لائے۔گاندھی جی ان کی بہت عزت کرتے تھے، دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور پاس بٹھا کر پوچھا، مولانا آپ کیسے آئے؟ یہ سنتے ہی مولوی صاحب پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آنکھوں سے جھڑی لگ گئی، ہچکیاں لے کر فرمانے لگے "مہاتما جی! میں تو......صرف اتنا...... چاہتا...... ہوں کہ آپ......میری اور میرے......بچوں کی......جان......بچالیں" یہ کہتے جاتے تھے اور فرطِ گریہ سے بے حال ہوئے جارہے تھے گاندھی جی نے یہ دیکھ کر نہایت پیار کے لہجہ میں کہا "مولانا 'مولانا' اس طرح تو میں اپنے بھگوان سے کہتا ہوں" یہ سُن کر مولانا کی اور بھی ہچکی بندھ گئی اور پھر وہی فرمایا جو پہلے کہا تھا، گاندھی جی نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔کئی دفعہ ایسا ہی ہوا لیکن مولانا آپے میں نہ آسکے۔آخر گاندھی جی نے دوسری طرف منہ پھیر لیا اور صاحبِ خانہ سے کہا "ان کو سمجھایئے"

؎ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ایک وہ غالبًا جاہل مسلمان جس کا واقعہ پہلے بیان ہوا، ایک یہ مسلمانوں کے پیشوا اور رسولِ خدا کی وراثت کے دعوے دار۔فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ

الغرض یہ ہے وہ یقینِ محکم اور ایمانِ کامل جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ترقّی کا باعث ہوا اور آج بھی اگر اکثریت میں نہیں صرف دس پندرہ فیصدی مسلمانوں میں پیدا ہوجائے تو پھر اسی ترقّی کا باعث ہوگا۔یہ ایمان کس طرح پیدا ہوسکتا ہے؟ اس کا بیان آگے مناسب موقعہ پر کیا جائے گا، اب اجتماعی قوّت کے دوسرے اُصول یعنی اتحاد کا بیان سنیئے:۔

مقصودِ حیات (انسانیت کے نام)

(محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم)

اے ابن آدم! اگر تو دنیا کی لذات میں ہی کھو کر رہ گیا اور اپنی ساری صلاحیتیں انہی کے حصول میں صرف کر ڈالیں تو آنے والی زندگی میں تجھے بڑی شرمندگی اُٹھانا پڑے گی۔ تو اپنے آقا سے نظریں نہ ملا سکے گا بلکہ اللہ تیری طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ تو سر جھکائے ہوئے التجا کرے گا کہ مجھے دوبارہ دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو میں صالح زندگی بسر کروں گا لیکن وہاں تیری شنوائی نہ ہوگی۔ پھر تو پچھتائے گا کہ کاش میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔ اس دن تجھے اپنے یہ لنگوٹیے یار بھی بہت یاد آئیں گے جو آج تمہیں کھاؤ پیو اور موج اُڑاؤ کی تلقین کرتے ہیں اور کبھی بھولے سے بھی اللہ اور آخرت کی بات نہیں کرتے۔ اس دن تو دانتوں سے اپنے ہونٹ کاٹے گا کہ کاش میں نے ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ یہ اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈوبے۔ اس دن دنیا کے گرمجوش دوست تیرے دشمن بن جائیں گے۔ وہاں صرف اہل ایمان کی دوستی قائم رہے گی کیونکہ ان کا باہمی تعلق دنیوی اغراض کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی خاطر تھا۔ انسان پر سب سے زیادہ اور انگنت احسان اللہ تعالیٰ کے ہیں جو انسان اللہ کا وفادار نہیں بنتا وہ بھلا اپنے جیسے انسانوں سے کیسے وفا کریگا۔ اکٹھے مل کر وارداتیں کرنے والے مجرموں کے گروہ جب پکڑے جاتے ہیں تو دنیا کی عدالتوں میں ہی ایک دوسرے کے خلاف ہو جاتے ہیں

اور خود وعدہ معاف گواہ بن کر اپنے جانی دوستوں کو پھانسی کے پھندوں پر لٹکوا دیتے ہیں۔ اللہ کی عدالت میں تو انسان اپنے سگے بھائیوں سے اپنے ماں باپ سے، اپنی بیوی اور اولاد سے دور بھاگے گا کہ ان کی خطاؤں میں کہیں میں بھی گرفت میں نہ آ جاؤں۔ لیکن اے غافل انسان تو اس دنیا میں انہی رشتوں کی خاطر شرف انسانیت کو نیلام کر کے اپنے خالق کی کیسی کیسی نافرمانیاں کر کے اس کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ ان کے مستقبل کی بہتری کیلئے تو گناہ پر گناہ کئے چلا جاتا ہے اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر لیتا ہے۔ تیرے اس جمع کئے ہوئے مال سے موج یہ اڑائیں گے اور سزا تو بھگتے گا۔ جب تو مرے گا تو تمہارے وہم وگمان کے گھڑے ہوئے یہ بت تمہاری دولت سے گُل چھرّے اُڑانے کے شوق سے کہیں گے کہ اسے جلدی جلدی دفن کرو۔ کئی دولت کے دیوانے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اسے جلد حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ماں باپ کے قتل سے بھی نہیں چوکتے۔

اے انسان! اللہ کے ہاں پہنچ کر سارے پردے اُٹھ جائیں گے اور مال ودولت اور رشتہ و پیوند کی اصل حقیقت واضح ہو جائے گی اس وقت تو اپنی من مرضی کی گذاری ہوئی آزاد زندگی پر سخت پشیمان ہوگا اور چاہے گا کہ مال واولاد اور دنیا کا سب کچھ فدیہ میں دے کر کسی طرح میری جان چھوٹ جائے لیکن وہاں سے واپسی ناممکن ہوگی اور تجھے کہا جائے گا کہ دنیا کی زندگی میں تجھے کافی وقت دیا گیا تھا اگر تمہیں سمجھنا ہوتا تو سمجھ جاتا۔ اب جزا و سزا کا دن آن پہنچا اب ہر کوئی اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا۔ جن اللہ کے بندوں کو تو اپنے سے کمتر سمجھ کر ان کو خشک ملا، وہمی اور جنونی کا نام دے کر ان کی ہنسی اڑاتا ہے انہیں اللہ کے ہاں اس دن عزت دی جائے گی اور مسکین مومنین سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے اس دن تمہاری کج فہمی، کم عقلی اور بدبختی کی ہنسی اُڑائی جائے گی۔

اے ابنِ آدم! تو اپنی خام عقلی کی بنا پر حیات ارضی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے حالانکہ یہ تو تیری خودی یعنی جوہر انسانیت کیلئے ایک تربیت گاہ ہے تاکہ تو اللہ کی پیدا کی گئی چیزوں اور قوتوں کو تسخیر کر کے اس کی معرفت اور قرب و رضا میں کمال حاصل کر سکے۔ زندگانی کی مثال تو سیپ کی طرح ہے جس میں انسانی خودی ابرِ نیساں کے قطرے کی طرح اس لئے داخل ہوتی ہے کہ اس میں کچھ عرصہ قیام کر کے موتی بن جائے۔ لیکن تو اس تربیت گاہ کی دلفریبیوں کی وجہ سے مال و اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنے حقیقی مالک و محبوب اور اصلی وطن کو ہی بھول گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب میں تنبیہہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے''۔ (لقمان۔33)

اے ابنِ آدم! اللہ تعالیٰ اور حیات آخرت پر ایمان ہی تیری حقیقی کامیابی کی بنیاد ہے۔ تو اللہ کی ہستی سے کیونکر انکار کرتا ہے۔ آج سے پچاس یا سو برس پہلے تو تیرا کوئی نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو تجھے عدم سے وجود میں لائی۔ اور تیری بندگی اور اطاعت صرف اسی کیلئے ہونی چاہیے۔ اللہ ہی تمہیں مارے گا اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ دوبارہ زندہ ہونے میں تجھے تعجب کیوں ہوتا ہے۔ جب تو کچھ نہ تھا تو اس نے تجھے وجود عطا فرمایا تو کیا وہ ہستی اب تیری کھوکھری ہڈیوں اور مٹی میں تبدیل ہو جانے والے عناصر کو دوبارہ پہلی حالت میں لوٹا نہیں سکتی۔ پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے دوسری مرتبہ پیدا کرنا تو آسان تر ہے۔ تو اپنی ذات پر غور کر کہ اس وسیع و عریض کائنات کے مقابلے

میں تیرے اس وجود کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جس عظیم ہستی نے یہ کائنات پیدا فرمائی ہے اس کیلئے تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرنا کونسا مشکل ہے موت کے بعد زندگی کے مظاہرے تو تیرے سامنے مسلسل ہورہے ہیں بشرطیکہ تیری آنکھوں میں ذوق جہاں بینی ہو۔ دن کے بعد رات ضرور ہے لیکن ہر رات کے بعد صبح طلوع ہوتی ہے یہ حیات وممات کا منظر نہیں تو اور کیا ہے۔ اسے چھوڑ تو خود ہر رات موت کی بہن "نیند" کی گود میں چلا جاتا ہے اور گذشتہ دن کی زندگی سے لاتعلق ہوجاتا ہے لیکن چند گھنٹوں کے بعد دوبارہ جی اُٹھتا ہے۔ تیرے سامنے نباتات کی ہر نوع اسی مرحلے سے گذرتی ہے۔ زمین سے فصلیں اُگتی ہیں پھر جوان ہوتی اور آخر کار پک کر چورا چورا ہوکر زمین میں مل جاتی ہیں اور ان کا نام ونشان بھی دکھائی نہیں دیتا۔ زمین بھی خشک ہوکر مردہ دکھائی دینے لگتی ہے۔ ہر طرف دھول اُڑتی ہے اور ایسے لگتا ہے کہ اب یہاں کبھی بھی ہریالی نہیں ہوگی۔ لیکن جب خالق کائنات باران رحمت کا نزول فرماتا ہے تو مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے اور خاک تلے سوئے ہوئے بیج زندہ ہوکر پھر اُگ پڑتے ہیں۔ تمہارا خالق تمہیں بھی موت کے بعد اسی طرح زمین سے نکال کر کھڑا کریگا اور تم حیرت زدہ ہوجاؤ گے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کا کہا ہوا تو سچ ثابت ہوگیا۔ مالک یوم الدین اس دن مجرمین کو مومنین سے الگ ہونے کا حکم دے کر فرمائے گا کہ کیا میں نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ اپنے دشمن شیطان کی بندگی ہرگز نہ کرنا بلکہ میری ہی بندگی کرنا کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ اس دن تمہاری عقل کی عیاری اور زبان کی طراری کسی کام نہ آسکے گی کیونکہ تمہارے منہ پر مہر خاموشی لگادی جائے گی اور یہ ہاتھ پاؤں جنہیں تم کج فہمی کی وجہ سے اپنا سمجھے ہوئے ہو سرکاری گواہ بن کر تمہارے خلاف مکمل شہادت دیں گے اور تو جہنم کی جس آگ کا انکار کرتا ہے اس میں ڈال دیا جائے گا۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو انسان بہترین صلاحیتیں دے کر پیدا کیا گیا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے علم کا وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ فرشتے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ جسے اس کی منزل مقصود سے آشنا کرانے کیلئے کچھ عرصہ جنت میں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس سے اپنی ربوبیت کا عہد لے لیا تاکہ زمین کی عارضی قیام گاہ میں آ کر اسے بھول نہ جائے۔ پھر اپنی مزید رحمت فرماتے ہوئے اس عہد کی یاددہانی کرانے اور منزلِ مقصود کی طرف راہنمائی کرنے کیلئے اپنے مخلص اور منتخب بندے مبعوث کرنے کا انتظام فرمایا۔ بایں ہمہ اس کا یہ حسرت ناک انجام ہو کہ آخرت میں اسے زنجیروں میں جکڑ کر گرم پانی میں گھسیٹا جائے اور آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیا جائے۔ پھر اس مسجودِ ملائک کی ٹھکائی کے لئے لوہے کے ہتھوڑوں اور گرزوں سے مسلح ترش رُو اور سخت گیر فرشتے کھڑے کر دیئے جائیں۔

اے ابنِ آدم! تو احسان شناس بندہ بننے کی کوشش کرتا کہ تجھے ایمان کا نور نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماں کے رحم میں تمہاری صورت بنائی تو کیا خوب بنائی تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے سوچنے والا بنایا تاکہ تو حقیقت شناس بن سکے۔ تو نے دنیا میں جس شے کی بھی خواہش کی۔ تیرے پروردگار نے تجھے عطا کر دی۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہے تو ان کا گننا تو درکنار تیری عقل تو ان سب کا احاطہ بھی نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ ماں کی مثالی محبت بھی اس کے سامنے ہیچ ہے لیکن تو نے اس کی کما حقہ قدر نہ کی۔ اس نے اپنی ذات کیلئے رحمت لکھ رکھی ہے اور اس کے غضب پر اس کی رحمت کا غلبہ رہتا ہے۔ تیری لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود وہ رحیم و ودود آقا اپنی نعمتوں میں کمی نہیں کرتا۔ اس کی وسیع مغفرت تجھے اپنی آغوش میں لینے کیلئے ہر آن تیار رہتی ہے بشرطیکہ تو اسے اپنا رب مان کر اپنے کئے پر شرمسار ہو جائے اور اس کا دامن مضبوطی کے

ساتھ تھام لے۔ اس منعم حقیقی نے اس دنیا میں جتنی نعمتیں تجھے دے رکھی ہیں اتنی کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیں۔ اس کی ذات تو ہر شے سے غنی ہے۔ وہ تیری عبادت اور بغاوت دونوں سے بے نیاز ہے لیکن ایک بندہ ہونے کی حیثیت سے تیرا یہ فرض بنتا ہے کہ تو اس کی ربوبیت اور الوہیت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے اور انگنت نعمتیں عطا کرنے والے پروردگار کو اپنی محبت کا مرکز مان کر اس کے تمام احکام کو قبول کر کے سچا مسلم بن جائے۔ کوئی آقا اپنے غلام کی گستاخیوں اور نالائقیوں پر اگر اسے سزا دے تو یہ اس کا حق بنتا ہے لیکن اطاعت کرنے پر اسے انعام دینا ہرگز ضروری نہیں ہے۔ لیکن اپنے رحیم و کریم آقا کی وسیع رحمت اور بے پایاں محبت کا ذرا اندازہ کرو کہ اس نے اپنے اطاعت شعار بندوں کو نوازنے کیلئے نعمتوں سے بھرپور جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔ یہ محض اس کا فضل ہے جو اپنی خوشنودی کے اظہار کیلئے اپنے بندوں پر فرمائے گا۔

اے ابن آدم! تیرا حقیقی محبوب و معبود محض اپنی رحمت کے سبب تیرے لئے کفر کی بجائے ایمان کو پسند فرماتا ہے۔ اس سے صرف تیری بھلائی مقصود ہے۔ تجھے تیرا رب بڑے ہی پیار سے اور محبت بھرے انداز سے خود بینی اور خدا بینی کی دعوت دے کر آخرت کے انجام سے آگاہ فرماتا ہے۔

"اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے کرم والے رب کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا۔ وہی تو ہے جس نے تجھے پیدا کیا۔ تیرے اعضا کو ٹھیک کیا اور (تیرے قامت کو) معتدل رکھا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مگر تم لوگ جزا کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر لکھنے والے، جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں بے شک نیکوکار نعمتوں کی بہشت میں ہونگے اور بدکردار لوگ دوزخ میں۔ جزا کے دن اس

میں داخل ہونگے۔ اور اس سے چھپ نہیں سکیں گے اور تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے۔ پھر تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے۔ جس روز کوئی کسی کا بھلا نہ کر سکے گا اور حکم اس روز صرف اللہ کا ہوگا''۔ (الانفطار۔6 تا 19)

انسانوں کو ان کے مقصودِ حیات سے آگاہ کرنے اور اس کے حصول کے طریقے تعلیم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف اپنے پیغمبر بھیجے۔ ان سب کی بعثت کا ایک ہی مقصد تھا کہ انہیں صراطِ مستقیم یعنی سیدھے اور روشن راستہ پر چلنے کی دعوت دی جائے تا کہ وہ دُنیا کی محبت کے پھندوں اور شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی والے آئین پر عمل پیرا ہو کر فلاحِ دارین حاصل کر سکیں۔

آئندہ صفحات میں قرآنِ کریم کی آیات اور حضور نبی رؤف و رحیم ﷺ کے فرمودات کے انوار کی مدد سے کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کرام کو انسان کے مقام اور اس کی حقیقی منزل کا شعور ملے اور وہ اپنی صلاحیتوں کو صحیح سمت میں لگا کر اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب توحیدی صاحب
نے سالانہ اجتماع 2026 سے پہلے توحیدی بھائیوں کو درج ذیل
شیڈول کے مطابق سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اگست :	تعمیرِ ملت
ستمبر :	چراغِ راہ
اکتوبر:	طریقت توحیدیہ، حقیقت وحدت الوجود

جناب محمد صدیق مغل صاحبؒ

(پیدائش: 5 اگست 1939ء؛ وفات: 18 مئی 2026ء)

(سید رحمت اللہ شاہ)

مجلّہ فلاحِ آدمیت کے ماہ جون کے شمارہ میں اطلاع شائع ہوئی کہ گوجرانوالہ سے ہمارے بھائی جناب محمد صدیق مغل صاحبؒ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ آپؒ صحت کے مسائل کے پیشِ نظر ایک عرصہ توحیدیہ محافل میں نہیں دیکھے گئے۔ اگرچہ کئی نئے مریدین سلسلہ شاید آپؒ سے واقف نہ ہوں تاہم آپؒ سے محبت رکھنے والوں کی سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں کمی بھی نہیں۔ آپؒ ایک نفیس طبع، خاموش مگر گہری شخصیت کے حامل انسان تھے۔ نرم و شیریں اندازِ گفتگو، پُر وقار شخصیت اور واضح نقطۂ نظر سے سامنے والے کا دل موہ لینا آپؒ کی نمایاں صفات تھیں۔ ہمیشہ صاف دل، خوش اخلاق اور پیر بھائیوں سے محبت کا خاص تعلق رکھتے۔ قول و فعل یا صفات میں خود نمائی سے پاک رہ کر، ہمیشہ عاجزی، انکساری، اور سادگی کو اپنایا۔ موت اٹل حقیقت ہے، سب نے جانا ہی ہے۔ کون پہلے، کون بعد۔ آپؒ کی وفات پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دیدارِ ذاتِ باری تعالیٰ کا ایک اور طالب اپنے رب کے حضور پیش ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے اور آپؒ کے خاندان کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

آپؒ کا نام 'محمد صدیق' والد گرامی کا نام 'اللہ دتہ' اور والدہ محترمہ کا نام 'راج بی بی' تھا 'مغل' خاندان سے تھے۔ آپؒ 5 اگست 1939ء کو گاؤں عالم گڑھ نزد جلالپور جٹاں، تحصیل و

ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔خاندان کے زیادہ تر لوگ ملازمت پیشہ تھے۔اسلامیہ ہائی سکول جلالپور جٹاں سے میٹرک کیا۔ بڑے بھائی جناب محمد رفیق صاحب پاک فضائیہ کے ریکارڈ آفس میں ملازم اور کراچی میں تعینات تھے، ان کے پاس آ گئے، جن کی وساطت سے پاک فضائیہ کے ریکارڈ آفس میں سویلین کلرک (LDC) بھرتی ہوکر 63-1958ء تک خدمات سر انجام دیں۔1963ء میں پاک فضائیہ کی ملازمت کراچی سے شروع ہوئی۔ کوہاٹ سے Trade training کی، پھر کراچی آ کر ریڈیو مکینک کورس کیا اور As a recruit آپ Radio Fitter بنے۔پہلی تعیناتی Observer Unit لاہور میں ہوئی جہاں دو سال رہے۔9 ماہ کا لیڈ وائس کورس کیا، ایک سال کوہاٹ رہے، وہاں سے چکلالہ آئے۔

پاک فضائیہ میں آپؒ نے 24 سال کئی جگہ خدمات سر انجام دیں۔1980ء میں پاک فضائیہ کی طرف سے Deputation پر الجزائر گئے، تین سال 83-1980ء تک الجزائر رہے۔بچوں کو گوجرانوالہ چھوڑ گئے۔واپسی پر بچے کامرہ میں آپؒ کے ساتھ رہے۔ جنوری 1987ء میں پاکستان ایئر فورس کامرہ سے بطور وارنٹ آفیسر ریٹائر ہوئے۔ملازمت کے آخری دور میں آپشن ملا کہ اگر آپ ایک Rank کم کر کے سعودیہ جانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں۔آپؒ تین سال Deputation پر سعودی عرب رہے۔یہاں Royal Saudi Air Force میں آ گئے Detachment ’’شرورہ‘‘ نام سے تھی اس میں تین سال 90-1987ء تک خدمات سر انجام دیں۔ ہر 3/4 ماہ بعد عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔آخری سال 1990ء میں ایک مرتبہ بیگم کے ساتھ حج کیا۔انہیں جدہ سے لیا اور حج کے بعد واپس روانہ کیا۔ڈیپوٹیشن ختم ہوئی تو واپسی پر ایک ماہ چھٹی ملی، آدھی چھٹی مکہ شریف اور آدھی مدینہ شریف گزار کر مدینہ شریف سے ہی جنوری 1990ء میں وطن واپس آئے۔

آپؒ کی شادی چچا کی صاحبزادی 'رشیدہ بیگم' سے مئی 1971ء میں ہوئی جو آپؒ ہی کے گاؤں کی رہائشی تھیں۔اس وقت بنگال میں جنگ جاری تھی۔بیگم شادی کے 6/7 ماہ بعد آپؒ کے پاس چکلالہ آگئیں۔اولاد میں تین بیٹے ہیں۔بڑے بیٹے ابوبکر صدیق (1974ء) کی پیدائش چکلالہ میں ہوئی۔ان کا نام بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے رکھا۔ان کی پیدائش کا جب بانیٔ سلسلہ کو بتایا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کا نام 'ابوبکر' رکھتے ہیں، باپ کا نام 'صدیق' ہے تو یہ 'ابوبکر صدیق' ہوا۔دوسرا بیٹا فاروق عمر (1976ء) بھی چکلالہ میں پیدا ہوا۔چکلالہ میں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ تھے تو ان کا نام عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے یہ کہتے ہوئے رکھا: میں اس کا نام 'عمر فاروق' اس لئے نہیں رکھ رہا کہ یہ بہت گرم ہو جائے گا۔اس کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے میں 'فاروق عمر' رکھ رہا ہوں۔تیسرے بیٹے عبدالرؤف صدیق (1978ء) کورنگی کریک کراچی میں پیدا ہوئے۔بوقت گفتگو آپؒ نے تھوڑی افسردگی سے بتایا کہ میرے بیٹوں میں سے کوئی سلسلہ توحیدیہ میں بیعت نہیں ہے۔تاہم کم و بیش دو سال قبل آپؒ کے چھوٹے صاحبزادے عبدالرؤف صدیق، جو نادرا (NADRA) میں بطور سپرنٹنڈنٹ ملازم ہیں، قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کے ہاتھ پر بیعت ہو کر سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے۔آپؒ 1972ء میں چکلالہ تعیناتی کے دوران بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دستِ شفقت پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شامل ہوئے۔آپؒ کی بیعت کے 5/6 دن بعد آپؒ کی اہلیہ بھی سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بیعت ہوئیں۔آپؒ کا چھوٹا بھائی گوجرانوالہ میں رہائش پذیر تھا۔1980ء میں آپؒ نے بھی، یہ سوچ کر کہ کم از کم دو بھائی اکٹھے ہو جائیں گے، مستقل سکونت 'نزد ٹانکہ چوک مسجد سبحانی، بند گلی، محمد پورہ کوندلانوالہ روڈ گوجرانوالہ' میں اختیار کی۔

بیعت کا بتایا کہ ایک دوپہر کو اپنے کمرے میں ڈیوٹی کے بعد لیٹا ہوا تھا، نیند نہیں آ رہی تھی، بڑا پریشان تھا۔ ساتھ کے کمرے میں عزرم بھٹی ایک کولیگ رہتا تھا۔ اس کے پاس گیا کہ کوئی مذہبی کتاب دے دو، بڑا پریشان ہوں۔ انہوں نے کتاب 'حقیقت وحدت الوجود' دی۔ ساری پڑھی، واپس گیا اور پوچھا کہ اس کتاب کے لکھنے والا زندہ ہے؟ انہوں نے بتایا: ہاں۔ کہا: ملاقات ہو سکتی ہے؟ انہوں نے کہا: کرا دوں گا۔ جس دن وہ پنڈی آئیں گے تو آپ کو لے جاؤں گا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو پڑھ کر ذہن تسلیم کر چکا تھا کہ یہ بہت بڑے ولی اللہ ہیں، جو ساری دنیا کو اس طرح دیکھ رہے ہیں۔

ایک دن ڈیوٹی سے آئے تو اس دوست نے کہا کہ تیار ہو جاؤ، وہ بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ آپؒ ان کے ساتھ رضا علی شاہ صاحبؒ کے گھر گئے۔ وہاں دیکھا تو بہت سے کولیگ بیٹھے ہیں جو آپؒ کو دیکھ کر مسکرائے کہ یہ بھی پھنس گیا ہے۔ اس سے پہلے سلسلہ کے حوالے سے باہمی تعارف نہیں تھا۔ کافی باتیں ہوئیں۔ بانی سلسلہؒ نے ایک بندے کو بیعت کرنا تھا، فرمایا: کوئی اور بھی بیعت ہونا چاہتا ہے تو آ جائے میں بیعت کراوں گا۔ آپؒ نے دل میں سوچا: پہلے میں دیکھوں گا کہ جو یہ کہتے ہیں میں کر بھی سکوں گا یا نہیں پھر بیعت ہوں گا۔ بانی سلسلہ نے یہ دو تین دفعہ فرمایا: آپؒ نے یہی دل میں کہا: پہلے میں دیکھوں گا۔ اس ملاقات کے بعد واپس چکلالہ آ گئے۔ آپؒ کا یہ دوست بیعت تھا۔ اس سے پوچھا بیعت کے بعد کیا کرتے ہیں؟ اس دوست نے ذکر بتایا۔ اسی دن سے پیرک میں ذکر شروع کر دیا۔ ایک ہفتہ میں ہی شجرہ یاد کر لیا اور پرانے لوگوں کی طرح ذکر شروع کر دیا۔ پتا چلا کہ ذکر کے لئے اکٹھے بھی ہوتے ہیں۔ خواجہ ولی محمدؒ کے ہاں بدھ کے روز حلقۂ ذکر ہوتا تھا۔

ایک ماہ بعد قبلہ حضورؒ دوبارہ راولپنڈی کرنل سرورؒ کے گھر ویسٹرج آئے، آ گئے

حسن ابدال اور ایبٹ آباد جا رہے تھے۔ سب لوگ عصر کے بعد یہاں بیٹھے تھے۔ الحاج مرتضٰی صاحبؒ نے آپؒ کو بیعت کرانا تھا۔ صحن میں چارپائی پڑی تھی۔ قبلہ حضورؒ اس پر لیٹ گئے۔ الحاج مرتضٰی صاحب نے آپؒ کے کان میں آہستہ سے کہا کہ قبلہ حضور تھکے ہوئے ہیں، واپسی پر بیعت کراؤں گا۔ قبلہ حضورؒ اُٹھ کر بیٹھ گئے، فرمانے لگے: ارے، جس کو بیعت کرانا ہے ادھر لاؤ، میں کہاں تھکتا ہوں، ایسے ہی نخرے کر رہا ہوں۔ اسی وقت آپؒ اور اعظم صاحب دونوں اکٹھے بیعت ہوئے۔ راولپنڈی حلقہ ان دنوں بڑے جوبن پر تھا۔

ایک سال بیعت ہوئے گزرا تھا، قبلہ حضورؒ نے حکم دیا کہ بڑے حلقوں میں ایک نائب خادم حلقہ بنایا جائے۔ مرتضٰی صاحبؒ نے کہا کہ آپؒ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپؒ نے جواب دیا: حضور! آپ کیا فرما رہے ہیں؟ مجھے تو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں، کسی پرانے بھائی کو بنا دیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا: یہ سوچنا آپ کا کام نہیں ہے۔ ہم آپ کو نائب خادم حلقہ Recommend کر کے بھیج رہے ہیں، ہمیں اجازت ملی ہے، ہم آپ کو بنا رہے ہیں۔ بیعت کے ایک سال بعد سے 1975ء میں کورنگی جانے سے پہلے تک آپؒ نائب خادم حلقہ رہے۔ بانئ سلسلہؒ کی موجودگی میں جناب شریف الدین شاہ صاحبؒ خادم حلقہ رہے۔ راولپنڈی حلقہ میں 70/80 بھائی شریک ہوتے تھے۔ کورنگی میں قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ خادم حلقہ تھے۔ قبلہ ڈار صاحبؒ کی میانوالی تعیناتی وروانگی کے بعد یہاں صوفی انور صاحبؒ کو خادم حلقہ بنایا گیا۔ صوفی صاحبؒ خادم حلقہ تھے تو جناب عبدالستار خانؒ کا دورِ خلافت شروع ہوا۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس دور میں ہم لوگ دور دراز مقامات پر تعینات ہوتے تھے ایک مرتبہ باباجی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا تھا کہ جب میں جاؤں گا تو سب کو

بتاؤں گا، جتنا جتنا تعلق ہوگا بتاؤں گا۔بانیٔ سلسلہؒ کی وفات کے وقت آپؒ کورنگی کریک میں بطور انسٹرکٹر فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ یہاں خادم حلقہ تھے۔آپؒ کہتے ہیں: ایک شام ذکر کے دوران جب میں صدقے جاواں مرشد توں' پڑھنا شروع کیا تو گریہ طاری ہوگیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ قبلہ حضورؒ اس دنیا میں نہیں رہے۔میں ڈبل سٹوری میں اوپر والی منزل پر رہتا تھا۔ذکر کے بعد کھانا کھانے کے لئے میس پر نیچے جانا ہوتا تھا، میں نیچے آیا تو ایم ٹی فٹر یوسف صاحبؒ دروازے پر سیڑھی کے نیچے کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ڈار صاحبؒ آپ کو بلا رہے ہیں۔میں نے کہا کہ مجھے قبلہ حضورؒ کی خبر دینی ہے؟ انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا؟ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس دن قبلہ حضور کی بات کی حقانیت کا علم ہوگیا۔قبلہ حضورؒ کی وفات کی اطلاع عبدالستار خان صاحبؒ نے اس حلقہ میں ٹیلی گرام کے ذریعے کی تھی۔

بانیٔ سلسلہؒ کی وفات کے موقع پر آپؒ کے بھائی جناب رفیق صاحبؒ شریک تھے۔ آپؒ نے رفیق صاحبؒ سے پوچھا کہ اس موقع کی کوئی خاص بات ہو تو بتائیں۔انہوں نے بتایا کہ بڑے بڑے مجازین نے خان صاحبؒ سے کہا کہ یہ حلقہ چلانا آپ کے بس میں نہیں ہے ،آپ اکیلے اسے نہیں چلا سکتے، ایک مشاورتی کمیٹی بنائیں۔انہوں نے کہا کہ بہت اچھی بات ہے۔سب خوش ہوگئے کہ خان صاحبؒ مان گئے ہیں۔خان صاحبؒ اندر گئے اور پھر باہر آ کر کہا کہ کوئی کمیٹی نہیں بنے گی جو ہم کہیں گے وہی ہوگا۔اس سے سب میں بددلی پیدا ہوئی۔

بانیٔ سلسلہؒ کی وفات کے بعد اپنے معمول کے مطابق اپنے گھر آئے اور آستانہ عالیہ توحیدیہ گئے۔آپؒ نے عبدالستار خانؒ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔آپؒ فرماتے تھے کہ جب بانیٔ سلسلہؒ نے جناب عبدالستار خان صاحبؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا تو اس وقت

چیدہ چیدہ لوگوں نے جن میں سید عطاء اللہ شاہ صاحبؒ جیسے مجاز بھی تھے بیعت نہیں کی تھی، میں نے بھی یہ خلافت کی بیعت نہیں کی، قبلہ حضورؒ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی کہ میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک کوئی اچھا آدمی نہ آ جائے۔

آپؒ سال دو سال عطاء اللہ شاہ صاحبؒ کی طرف سے خان صاحبؒ کے مخالفت میں ان کے حامی رہے پھر خاموشی اختیار کی۔ رفیق صاحبؒ کی طرف سے پتا چلا کہ خان صاحبؒ فوت ہو گئے ہیں، اس پر انا للہ پڑھا۔ نئے شیخ سلسلہ کا پوچھا تو پتا چلا کہ خان صاحبؒ کے داماد شاہد نے سلسلہ سنبھالا ہے۔ پھر انا للہ پڑھا کہ ابھی ہماری واپسی نہیں ہے۔ آپؒ کا کہنا تھا کہ جب انصاری صاحبؒ بتاتے تھے کہ میرا سلسلہ وراثتی نہیں ہو سکتا، شاہد تو خان صاحبؒ کا داماد تھا پھر اس کی بیعت بھی نہ کی۔ اکیلا پھرتا رہا۔ ذکر اذکار بانئ سلسلہؒ کی وفات کے بعد چھوڑ دیئے تاہم نمازوں میں باقاعدگی رہی۔

مریدین سلسلہ میں کسی سے کوئی رابطہ نہیں رکھا۔ راولپنڈی میں صرف جناب خواجہ ولی محمد صاحبؒ سے عرصہ بعد رابطہ ہو جاتا تھا۔ آپؒ اپنی کیفیت میں خاصے بے چین تھے اور جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی تلاش میں تھے کہ کہیں ان سے ملاقات ہو تو ان سے ہی اپنی صورتحال پر مشورہ لے لیں۔ جناب خواجہ ولی محمد صاحبؒ سے ملے تو ان سے جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں، ان کا کوئی پتہ کہیں سے مل جائے۔ انہوں نے بتایا کہ مجازین سلسلہ نے اپنی مشاورت کے بعد متفقہ طور پر جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کی ذمہ داری سونپی ہے اور وہ جناب عبدالستار خان صاحبؒ کی وفات کے بعد اب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ ہیں۔ آپؒ نے اسی وقت وہاں کھڑے ہو کر جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو فوجی سلوٹ کیا۔ آپؒ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے

خادم حلقہ کی ذمہ داری کے دوران ان کے ساتھ ذکر اذکار کر چکے تھے اور انہیں ذاتی طور پر جانتے تھے۔ اسی وقت یہاں سے ایڈریس لیا۔ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ اپنے گھر نوکھر میں ہی رہائش پذیر اور شیخ سلسلہ کے منصب پر کم وبیش ڈیڑھ سال سے ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔ آپؒ نوکھر آئے، گھر ڈھونڈا۔ دروازہ بجایا تو قبلہ ڈار صاحبؒ نے چادر باندھی ہوئی تھی، خود دروازہ کھولا اور آپؒ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ آپؒ نے قبلہ ڈار صاحبؒ کو بتایا کہ میں گزشتہ چھے ماہ سے آپ کو ڈھونڈ رہا تھا لیکن کوئی پتا نہیں مل رہا تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ اب میں آ گیا ہوں تو مجھے بیعت کر لیں۔ اسی وقت قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، بیعت فارم پر کیا اور سلسلہ توحیدیہ میں باقاعدہ شامل ہو گئے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں آپؒ کی واپسی کے بعد سے تا وقت وفات آپؒ کی وابستگی ہمیشہ غیر متزلزل، مستحکم و مضبوط رہی۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نوکھر رہائش پذیر تھے تاہم سلسلہ کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا انعقاد گوجرانوالہ میں تسلسل سے ہو رہا تھا۔ ابتدائی دور کے حالات کی وقتی آزمائشوں کا سامنا گوجرانوالہ حلقہ توحیدیہ میں مریدین سلسلہ کو رہا۔ ان حالات میں آپؒ ایک بڑے عرصے تک خادم حلقہ توحیدیہ گوجرانوالہ کی ذمہ داری پر فائز رہے، ہر قسم کے حالات و واقعات میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بھرپور ترجمانی کی اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ان دنوں گوجرانوالہ میں حلقہ ذکر جناب بشیر بٹ صاحبؒ المعروف وزیر خوراک کی رہائش گاہ پر ہوتا رہا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے سالانہ کنونشن 1998ء کے موقع پر 24 اپریل 1998ء کو چار مریدین سلسلہ کو اپنا روحانی مجاز مقرر کرتے ہوئے تحریری پروانہ جاری فرمایا۔ ان چار افراد میں لاہور سے موجودہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان

صاحب توحیدی، اسلام آباد سے جناب خالد مسعود صاحب، واہ کینٹ سے جناب افتخار احمد اعوان صاحب، اور گوجرانوالہ سے آپؒ جناب محمد صدیق صاحب تھے۔ آپؒ 2004ء میں بیماری سے قبل تک کافی فعال رہے۔ اس کے بعد صحت کے مسائل کا سامنا رہا تاہم مرکز تعمیر ملت پر ماہانہ محافل، خصوصی پروگرامات اور سالانہ کنونشن پر آمدورفت کا سلسلہ قائم رہا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے بھی آپؒ کو تحریری پروانہ جاری کر کے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اپنا روحانی مجاز مقرر فرمایا۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ صحت کے مسائل اور ضعف عمری کے پیش نظر آپؒ کی سرگرمیاں گھر تک محدود ہوتی گئیں۔ صحت کے حوالے سے پیچیدگی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ 18 مئی 2026ء بروز سوموار علی الصبح بوقت ساڑھے چار بجے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وفات سے قبل اپنے صاحبزادے جناب عبدالروف صدیق صاحب کے ساتھ آخری کلمات میں جب انہوں نے چادر اور سر کے نیچے تکیہ ٹھیک کر کے خیریت دریافت کی تو پورے ہوش و حواس میں الحمدللہ کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں وقت پورا ہوا اور اپنے صاحبزادے کی موجودگی میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ نماز عصر کے بعد ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کی جنازہ گاہ میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ آپؒ کا سفر زندگی تمام ہوا مگر آپؒ بحیثیت توحیدی بزرگ اس دنیا سے رخصت ہو کر تمام مریدین سلسلہ کی دعاؤں کا ہمیشہ کے لئے حصہ بن گئے:

ایں سعادت بقسمت ہر کس نخواہد شد
فضل یزداں است، نہ حاصل تدبیر خلق

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

(سید ظفر احسن بہرائچی)

نام ونسب: اسم گرامی: آپ کا نام اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمہ نے یہ کہہ کر کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے "جانِ جاناں" رکھا۔ لقب: شمس الدین، حبیب اللہ۔ تخلص: مظہر تھا۔ آپ کے والد مرزا جان علیہ الرحمہ سلطان اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دربار میں منصب قضاء پر فائز تھے آپ کا سلسلہ نسب 19 واسطوں سے حضرت محمد بن حنفیہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت: آپ بروز جمعۃ المبارک 11 رمضان المبارک، 1111ھ مطابق فروری 1700ء کو مالوہ کے قریب کالا باغ کے مقام پر پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: آپ کے والد نے بچپن ہی سے انکی تعلیم وتربیت کا بہت اہتمام کیا تھا اور کم عمری میں ہی یہ سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ آپ نے رسائل فارسی اپنے والد سے محاورۃ پڑھے قرآن شریف قاری عبد الرسول سے پڑھا اور تجوید وقرات کی سند بھی انہی سے حاصل کی۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد حدیث وتفسیر کا علم مولانا محمد افضل سالکوٹی اور دیگر علماء سے حاصل کیا۔

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت شیخ نور محمد بدایونی سے بیعت ہوئے اور انہوں نے خلافت بھی عطا فرمائی۔

سیرت وخصائص: شیخ المشائخ، عارف کامل حامی شریعت اسلامیہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا نام ان قابل قدر شخصیات میں سے ہے جنہوں نے ہندوستان میں دین اسلام کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا۔ آپ بیک وقت قرآن کریم کے مفسر، حدیث کے محدث، خانقاہ کے عظیم صوفی اور میدانِ جنگ کے عظیم مجاہد تھے۔ آپ نے اپنی تمام خداداد صلاحیتوں کو

اسلام کی خدمت اور اشاعت وترویج کے لئے وقف کر دیا تھا۔آپ فرماتے تھے: کہ شورِ عشق و محبت اور رغبت اتباعِ سنت میری طینت کے خمیر میں شامل تھے۔ میں نو سال کا تھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کوخواب میں دیکھا کہ بکمال عنایت پیش آئے۔ان ہی ایام میں جب کبھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک آتا تھا تو ان کی صورت مبارک میرے سامنے آ جاتی تھی۔ میں نے بارہا ان کو چشم ظاہر سے دیکھا اور اپنے حال پر بہت مہربان پایا۔

طالبانِ خدا نے ہر طرف سے آپ کی طرف رجوع کیا۔علماء وصلحاء کسبِ فیوض کے لئے آپ کی خانقاہ میں جمع ہو گئے اور آپ کے کمالات کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ ابتدائے حال میں آپ کی توجہ کی تاثیر سے لوگوں میں بیتابی پیدا ہو جاتی اور کمال استغراق کے سبب بے خود ہو جایا کرتے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں کشفِ صحیح عطا کیا ہے کہ روئے زمین کے تمام حالات ہم سے پوشیدہ نہیں، اور ہتھیلی کے خطوط کے مانند عیاں ہیں۔ اس وقت مرزا جانِ جاناں کا مثل کسی اقلیم وشہر میں نہیں ہے۔جس شخص کو سلوک مقامات کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جائے۔چنانچہ شاہ صاحب کے احباب نے حسب الامر آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے رجوع کیا۔آپ کی توجہ اس پر مصروف تھی کہ سلسلہ مجددیہ تمام عالم میں پھیل جائے اور اس طریقہ مجددیہ کی نسبتوں سے جہان منور ہو جائے۔ چنانچہ ہزارہا آدمی آپ سے بیعت ہو کر دوام ذکر خدا میں مشغول ہوئے اور قریب دو سو نیک نفوس آپ سے اجازت تعلیم ذکر پا کر خلق خدا کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔

آپ کمال زہد وتوکل سے متصف تھے اور دنیا اور اہل دنیا کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے اور دنیاداروں کے ہدیئے قبول نہ فرماتے۔ایک دفعہ محمد شاہ مغل بادشاہ نے اپنے وزیر قمر الدین کی زبانی کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ملک عطا فرمایا ہے، جس قدر دل مبارک میں آئے بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔آپ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ہفت اقلیم کو قلیل فرمایا ہے، تمہارے پاس

اس قلیل کا ساتواں حصہ یعنی ایک اقلیم ہندوستان ہے، اس میں سے کیا قبول کروں۔ تعلیم تزکیہ کے ساتھ آپ کو جہاد میں بھی خاصہ شغف تھا، اسلحہ میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ خود فرماتے تھے: کہ اسلحہ کے استعمال میں مجھے ایسی مہارت ہے کہ اگر بیس آدمی تلواروں سے مجھ پر حملہ کریں اور میرے ہاتھ میں صرف لاٹھی ہو تو کوئی میرا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (مقامات مظہری ص 12)

وصال: آپ کو شہادت کی بہت تمنا رہتی تھی۔ اللہ رب العزت نے بڑھاپے میں آپ کی اس خواہش کو پورا کر دیا۔ 7 محرم الحرام 1195ھ، کو تین رافضیوں نے آپ پر حملہ کیا اور دس محرم الحرام 1195ھ، مطابق جنوری 1781ء کی شب آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ کا مزار دہلی (انڈیا) میں ہے۔ (ماخذ و مراجع: مقامات مظہری۔ تذکرہ علماءِ ہند۔ حدائق الحنفیہ)

میرزا علی لطف نے لکھا ہے:

''محرم کا مہینہ تھا، مرزا صاحب اپنے مکان پر چند مریدوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتفاق سے وہاں سے ایک تعزیہ نکلا، میرزا صاحب نے مریدوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جس مقدمہ کو بارہ سو برس ہو چکے ہوں، ہر سال اسے تازہ کرنا کیا بدعت نہیں ہے؟ لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا عقل کی خفت ہے، یہ بات ان لوگوں نے جو تعزیہ کے ساتھ تھے سنی اور امام باڑوں اور محفلوں میں دو تین شب اس کا چرچا ہوتا رہا۔ (۲)

سید ناصر نذیر فراق دہلوی نے لکھا ہے:

''محرم کا ماتمی جلوس آپ کے مکان کے سامنے سے گزر رہا تھا آپ بعض اہلِ علم عقیدت مندوں کے ساتھ باہر چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ جب طوائفوں کا ٹولہ سینہ کوبی کرتے ہوئے گزرا تو گلی میں خاصی بھیڑ ہو گئی۔ حضرت نے علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا استغفر اللہ لوگ کیسی بدعتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ چبوترے کے پاس سے ایک رافضی نے یہ الفاظ سن پائے اور بادشاہ دہلی کے ایک ایرانی درباری کو جا کر اُکسایا جو بدبخت اسی رات کا رائفل لے کر آپ کی

ڈیوڑھی پر پہنچ گیا۔ (آفتاب رائے لکھنوی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ نجف خاں کے ایک رفیق کار نے حضرت مظہر پر یہ حملہ کیا تھا: ''بدست یکی از رفقای۔۔۔نجف خاں بہادر مجروح گشتہ'' (۴)۔دروازے پر دستک سن کر حضرت نے خود جا کر کنڈی کھولی۔اس نے کہا مرزا مظہر سے ملنا ہے، فرمایا مظہر اسی فقیر کا نام ہے۔قاتل کی آواز سن کر درویش اور خدام آپ کو لہولہان اٹھا کر اندر لائے۔اس سے تھوڑی دیر پہلے نماز عشاء کے بعد دہلی کا ایک نوجوان امیر زادہ غزل کہہ کر لایا تھا کہ اصلاح کر دیجئے فرمایا میاں صاحب زادے اب تو اصلاح کا وقت گزر گیا، کچھ اور ہی وقت ہے۔اس نے عرض کیا کہ تبرک کا مطلع ہی دیکھ لیجئے تو فرمایا ایک شعر ہو گیا ہے اسی کو تبرک سمجھ لو

لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر

فی الحقیقت میں گھر گیا مظہر

کاریں کے سکوں نے شکم مبارک میں گہرے زخم ڈال دیئے تھے انتڑیاں کٹ گئی تھیں۔درد کی شدت میں اپنا ہی یہ شعر زبان پر آجاتا تھا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخوں غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

اس غزل کا ایک شعر ہے ؎

نمی گیرد دل اہل صفا زنگ از نظر بازی

تصرف نیست ہرگز در دل آئینہ صورت را

شاہ عالم نے کہلا بھیجا کو تو الی کو تاکیدی فرمان جاری ہوا ہے کہ قاتل کو جلد گرفتار کیا جائے۔فرمایا بادشاہ سے عرض کر نا فقیر کشتۂ عشق ہوتا ہے۔مرے کو مارنا بے معنی سی بات ہے اگر قاتل مل جائے تو اسے میرے پاس بھجوا دیجئے کہ میں اسے معاف کر دوں اور اس کے حق میں دعا بھی کروں، تین دنوں کے بعد (مغرب کی نماز کے وقت، شب عاشورہ ۱۱۹۵ھ) کو انتقال فرمایا۔

تفتیش ناکام رہی اور چھ مہینے بیت گئے۔ ایک رات یہ شخص محل کی چھت پر سو رہا تھا اچانک تڑپ کر پلنگ سے نیچے گر گیا اور ہائے وائے کرنے لگا۔ پاس سے بیگم نے اٹھ کر پوچھا کیا ہوا؟ بولا مولانا فخر کو بلاؤ۔ وہ بولی فخر چشتی سے ہمارا کیا واسطہ؟ کہا عورت بحث کا وقت نہیں جس طرح بن پڑے منت سماجت کر کے خود جا کر ایک دفعہ لے آ۔ چنانچہ وہ پینس میں سوار ہو کر حضرت مولانا فخر الدین چشتی کے ہاں پہنچی اور کہنے لگی میں بے وارثی ہوئی جا رہی ہوں۔ اللہ دم دعا درود سے اس کو بچا لیجئے۔ آپ نے فرمایا اپنے میاں سے جا کر پوچھو میں جو سوال کروں اس کا صحیح جواب دے گا۔ اگر کہے ہاں تو اطلاع بھیجو ادینا فقیر حاضر ہو جائے گا۔ تمہارے خود دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ پیغام آیا کہ امیر ہر سوال کا صحیح جواب دینے پر تیار ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین چشتی (۴) فخر جہاں ابن حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ نظامیہ کے صاحب سجادہ، کچھ عرصہ پہلے دکن سے دہلی میں وارد ہوئے تھے۔ اور اپنے وحدت الوجودی صلح کل مسلک کے باعث ہر طبقہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب آپ پہنچے تو اوپر مردانہ ہو چکا تھا۔ امیر کے رشتہ دار اور کئی شاہی درباری موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا اپنا خواب بیان کرو۔ اس نے کہا یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ فرمایا تو فقیر جاتا ہے۔ فقیر کا وقت قیمتی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ ایک کونے میں میں بھی کھڑا ہوں ناگہاں مرزا مظہر آ جاتے ہیں، ان کا پیٹ پھٹا ہوا ہے اور آنتیں باہر نکلی پڑتی ہیں۔ حضور فرماتے ہیں اے میرے بیٹے کس نے تیرا یہ حال کیا ہے۔ وہ چپ چاپ میری طرف انگلی اٹھا دیتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں بلاؤ علی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ آتے ہیں ان کے ایک کندھے سے کمان اور دوسرے سے ترکش لٹک رہی ہے۔ حضور نبی پاک فرماتے ہیں یا علی! دیکھو تمہارے دوست نے میرے دوست کا کیا حال کر دیا ہے وہ میری طرف غصے کی نگاہ سے دیکھ کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اگر یہ میرا دوست ہوتا تو میرے بیٹے

کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا، پھر حضورؐ کے ارشاد پر کہ اس شخص سے میرے دوست پر ظلم کا بدلہ لو حضرت علیؓ کمان کا چلہ چڑھاتے ہیں اس میں تیر لگاتے ہیں اور اسے میری طرف چلا دیتے ہیں جو میرے سینے میں پیوست ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا فخر نے اہالیان مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا صاحبو! جسے علی رضی اللہ عنہ تیر ماریں اسے فخر بے چارے کی کیا مجال ہے کہ بچا سکے اور جب آپ نیچے آئے تو اوپر رونے کی آوازیں بلند ہوئیں کہ مر گیا۔(۵)

ڈاکٹر خلیق انجم نے لکھا ہے:

اکثر مؤرخین نے مرزا صاحب کے قتل کی وجہ مذہبی اختلاف بتائی ہے، ان کا خیال ہے کہ مرزا صاحب کو شیعہ گروہ کے آدمیوں نے مذہبی تعصب کی وجہ سے مارا ہے۔ خود نجف خاں بھی کٹر شیعہ تھا۔ کریم الدین علی لطف، قدرت اللہ قاسم وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے۔ کئی تذکرہ نگار اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کے قتل میں نجف خاں کا ہاتھ تھا۔ تاریخ محمدی میں مرزا محمد حارثی کے کسی وارث نے ان کی وفات سے متعلق لکھا ہے کہ ۷ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ کو دہلی میں نجف خاں کے مغل ملازموں کے ہاتھ سے مرزا نے طمنچہ کی گولی کا زخم کھایا۔ صاحب تذکرہ عشقی نے مرزا کے قاتل کے متعلق یہی لکھا ہے کہ وہ نجف خاں کا ملازم تھا اور مذہبی تعصب کی وجہ سے انہیں قتل کیا گیا تھا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کے قتل میں سیاسی اور مذہبی دونوں اسباب کام کر رہے تھے۔ جن میں سیاسی اسباب کو اولیت خاص تھی۔ اور مذہب کو محض سیاسی اغراض کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔(۶)

مرزا صاحب کے مریدوں میں بہت بڑی تعداد روہیلوں (۷) کی تھی یہ وہ لوگ تھے جو مغل حکومت کے لئے برابر خطرہ بنے ہوئے تھے۔ نجف خاں کے زمانے میں روہیلوں کا بہت زیادہ زور ہو گیا تھا۔ دلّی کے اکثر گلی کوچوں میں آباد ہو گئے تھے۔ روہیلے چونکہ ابھی عیش وعشرت

میں نہیں ڈوبے تھے اس لئے ان کے دست و بازو میں ابھی تک طاقت باقی تھی اور نجف خاں کو ہمیشہ ان سے خوف رہتا تھا۔ دہلی میں روہیلوں کا سب سے بڑا مرکز مرزا صاحب کی خانقاہ تھی۔ روہیلوں کو ان سے کتنی عقیدت تھی۔ اور کتنے روہیلے ان کے مرید تھے۔ اس کا اندازہ ان کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ روہیل کھنڈ کے کسی شہر سے محمد احسان احمدی کو لکھتے ہیں:

''اخذ طریقہ کے لئے روہیلوں کا اتنا ہجوم ہے کہ تمام دن توجہ دینے سے فرصت نہیں ملتی، فقیر کے پہنچنے کی خبر سن کر یہ لوگ دور دراز علاقوں سے احرام بستہ آتے ہیں سنبھل، امروہہ سے لے کر شاہجہاں پور تک تمام منزلوں میں ٹولی ٹولی بنا کر ایک ایک گروہ قوم روہیلہ میں سے اکثر اور ہندوستانی لوگوں میں سے کمتر نے اخذ طریقہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک جماعت ساتھ آئی ہے۔ اور میرے ہمراہ دہلی جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

مرزا صاحب نے اکثر خطوط میں ان روہیلوں کا ذکر کیا ہے، یہی روہیلے مغل حکومت کے لئے مصیبت بنے ہوئے تھے نجف خاں جب برسر اقتدار آیا تو اس نے ان سے نجات پانے کی کوشش کی۔ بڑی مصیبت یہ تھی کہ ان روہیلوں کی اچھی خاصی تعداد دہلی میں آباد ہوگئی تھی جن میں اکثر آستانہ مظہر سے وابستہ تھے۔ اور مرزا صاحب ہی کی وجہ سے دہلی میں روہیلوں کی آمد و رفت برابر جاری رہتی تھی۔ اس لئے نجف خاں کو مرزا صاحب کے قتل کی سازش میں حصہ لینا پڑا۔(۸)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

شب چہارشنبہ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ کو کچھ رات گزری تھی کہ چند آدمیوں نے حضرت کے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے جا کر عرض کی کہ کچھ لوگ زیارت کے لئے آئے ہیں۔ فرمایا آنے دو۔ تین آدمی اندر آئے ان میں سے ایک ایرانی نژاد مغل بھی تھا۔ آپ خواب گاہ سے باہر تشریف لائے اور ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا کہ مرزا جان جاناں آپ ہیں؟

فرمایا ہاں دوسرے دونوں نے بھی تائید کی کہ مرزا جانِ جاناں یہی ہیں۔ اس بدبخت نے طمنچہ کی گولی داغ دی اور گولی آپ کے بائیں طرف دل کے قریب لگی۔ آپ میں ضعف اور بڑھاپے کی ناتوانی کی وجہ سے طاقت نہیں تھی۔ زمین پر گر پڑے لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ جراح کو بلایا گیا۔

صبح نواب نجف خاں نے ایک فرنگی جراح کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ جن بدبختوں نے یہ گناہ کبیرہ کیا ہے معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے تو ان سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی شفا دینا ہے تو زخم ہر صورت میں مندمل ہو جائے گا کسی دوسرے جراح کی حاجت نہیں ہے۔ جو شخص اس امر کا مرتکب ہوا ہے، اگر معلوم بھی ہو جائے تو ہم اسے معاف کر دیں گے تم بھی اسے معاف کر دینا۔

آپ تین روز بقید حیات رہے ہر روز ضعف زیادہ ہو جاتا تھا۔ انتہائی ضعف کی وجہ سے آپ کی آواز مبارک بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ تیسرے روز جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد مجھ (مصنف کتاب ہذا) سے پوچھا، مجھ سے گیارہ نمازیں قضا ہوئی ہیں۔ اور میرا تمام بدن خون سے آلودہ ہے۔ سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیمار میں سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو تو نماز موقوف کر دینی چاہئے۔ وہ ابرو کے اشارے سے بھی ادا نہ کرے تمہیں اس مسئلے کے بارے میں کیا معلوم ہے؟ میں نے عرض کی کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

نصف دن گزرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے، چنانچہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے بھی اس حالت میں فاتحہ پڑھی تھی۔ عصر کے وقت میں (مصنف) حاضر تھا۔ فرمایا دن ابھی کتنا باقی ہے۔ میں نے عرض کی کہ ابھی چار گھڑی باقی ہے۔ فرمایا ابھی مغرب دور ہے۔ مغرب کی نماز کے وقت شب شنبہ دوسرے دن محرم کی دسویں تاریخ تھی دو تین مرتبہ سانس میں شدت پیدا ہوئی۔ اور آپ کی روح مبارک نے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء (۹)

خوفِ خدا اور فکرِ آخرت

(علامہ محمد یوسف)

سیدی و مرشدی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے مرشد حضرت شیخ عبد الغنی پھولپوری کی اثباتِ قیامت کی تقریر کو نظم میں فرمایا تھا، جس کا آخری شعر یہ ہے: قیامت کا دن منتہائے عمل ہے جزائے عمل ہے سزائے عمل ہے ان سادہ الفاظ میں جو جامعیت و نصیحت ہے وہ اظہر من الشمس ہے، یعنی دل میں خوفِ خدا اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرکے روزِ قیامت کی تیاری کے لیے فکرِ آخرت پیدا کرنا ہے۔ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین فخر المرسلین نے ارشاد فرمایا کہ: ''آنکھوں کو بھی عبادت کا حصہ دو، یعنی قرآن میں دیکھو اور اس میں غور وتدبر کرو اور اس کے عجائبات سے درسِ عبرت لو''۔ (الصحیح لابن حبان بروایت ابی سعید، کنز العمال اردو مترجم: ۱/۳۲۲، رقم الحدیث: ۲۶۲۲)

امام التابعین حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ: ''پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ کا فرمان سمجھتے تھے، رات بھر اس میں غور وتدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زیر وزبر تو بہت درست کرتے ہو، مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور وتدبر نہیں کرتے۔ (فضائل قرآن مجید، زیر حدیث نمبر: ۹۱)

البتہ خود سے غور وتدبر کرنے کی بجائے علمائے کرام سے اس کا طریقہ پوچھنا چاہیے اور سیکھنا چاہیے، تاکہ خود ساختہ طریقے پر چلنے سے گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے، کیونکہ کلام پاک کے معنی کے لیے جو شرائط وآداب ہیں ان کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اور ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''افسوس اس شخص پر جس نے یہ آیت پڑھی۔۔۔۔:

”اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ“۔(آل عمران:۱۹۰) ”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں“۔۔۔لیکن اس میں کچھ غور وفکر نہ کیا۔“(کنز العمال اردو مترجم:۱/۱۵۴، رقم:۱۷۵۲)

اس آیت پر حضورﷺ کا ایک واقعہ بھی منقول ہے، ملاحظہ ہو: حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ نے حضورﷺ کی سب سے زیادہ عجیب بات جو دیکھی ہو، وہ ہمیں بتا دیں۔ پہلے تو وہ خاموش ہو گئیں، پھر فرمایا: ایک رات حضورﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! مجھے چھوڑو، آج رات میں اپنے رب کی عبادت کروں۔“ میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! مجھے آپ کا قرب بھی پسند ہے اور جس کام سے آپ کو خوشی ہو وہ بھی پسند ہے، چنانچہ حضورﷺ اُٹھے اور وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور نماز میں روتے رہے اور اتنا روئے کہ آپﷺ کی گود گیلی ہو گئی اور بیٹھ کر اتنا روئے کہ آپﷺ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی، پھر سجدہ میں اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی، پھر حضرت بلالؓ حضورﷺ کو نماز کی اطلاع دینے آئے، جب انہوں نے حضورﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا: تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ جو آدمی اسے پڑھے اور اس میں غور وفکر نہ کرے، اس کے لیے ہلاکت ہے، وہ آیت یہ ہے: ”اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ“۔(آل عمران:۱۹۰) ترجمہ:...

”بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات و دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“ (اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ، کذا فی الترغیب:

۲۳۳بحوالہ حکایۃ الصحابہ:۳/۱۵۰،۹۴۱)

حضور ﷺ پر بڑھاپے کے آثار قبل از وقت کیوں؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے بنیادی مضمون تین ہیں:

۱:... توحید، ۲:... رسالت، ۳:... قیامت۔

قرآن پاک میں کچھ سورتیں ایسی ہیں جن میں قیامت کی ہولناکیاں اور اگلی اقوام کے حالات وغیرہ کا ذکر ہے۔مختلف احادیث میں ان سورتوں کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ان سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ،حضرت عمر فاروقؓ وغیرہ نے ریش مبارک میں بالوں کی سفیدی دیکھ کر اظہارِ رنج کے ساتھ عرض کیا کہ:یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہوگئے؟ سید الانبیاء،حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ: مجھے سورہ ہود اور اس کی بہنوں یعنی دوسری چند سورتوں نے بڑھاپے سے قبل ہی سفید بالوں والا یعنی بوڑھا کردیا۔ (مستفاد از کنز العمال اردو مترجم) ان سورتوں میں پچھلی قوموں پر نازل ہونے والے قہرِ الٰہی، مختلف قسم کے عذابوں،قیامت کے ہولناک واقعات اور ان کی منظرکشی،کفار و فجار کی سزا اور مومنین و متقین کی جزاء وغیرہ کا ذکر خاص انداز میں آیا ہے،اس لیے ان واقعات کے خوف و دہشت کی وجہ سے آپ ﷺ پر بڑھاپے کے آثار شروع ہوگئے۔اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ دولت کدہ سے تشریف لاتے ہوئے داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے،حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف فرما تھے،حضرت ابوبکرؓ نے یہ منظر دیکھا اور عرض کیا:یا رسول اللہ!میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں،کس قدر جلدی آپ پر بڑھاپا آگیا ہے اور یہ کہہ کر رونے لگے اور آنسو جاری ہورہے تھے۔حضور ﷺ نے فرمایا: سورہ ہود جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔(شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی،ص:۲۴۴)

سورتوں کے نام۔وہ سورتیں جن کا ذکر آپ ﷺ نے مختلف روایات میں فرمایا، وہ مندرجہ

ذیل ہیں:۱:... ہود،۲:... الواقعۃ،۳:... الحاقۃ،۴:... المعارج،۵:... المرسلات،۶:... النبا،۷:... التکویر، ۸:... الغاشیۃ،۹:... القارعۃ۔(کنز العمال اردو مترجم،ج:۱،رقم الحدیث:۲۸۵۲-۲۹۵۲، ۴۰۹۰-۴۰۹۲) ۔ان سورتوں کے علاوہ بھی اس طرح کی بہت سی سورتیں اور آیتیں ہیں، لیکن چونکہ درج بالا سورتوں میں اس موضوع کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے، اس لیے ان کے نام لے کر بتائے گئے۔ایک ہی رات میں بال سفید ہو گئے

(ایک واقعہ) علامہ زمخشری کہتے ہیں: میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص شام کے وقت بالکل سیاہ بال جوان تھا، ایک ہی رات میں بالکل سفید ہو گیا۔لوگوں نے پوچھا، تو اس نے کہا کہ میں نے رات قیامت کا منظر دیکھا ہے کہ لوگ زنجیروں سے کھینچ کر جہنم میں ڈالے جا رہے ہیں، اس کی دہشت مجھ پر کچھ ایسی غالب ہوئی کہ اس نے ایک ہی رات میں مجھے اس حالت پر پہنچا دیا۔اللہ اکبر!(شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی:۴۴، ۳۴) چند مخصوص آیاتِ مبارکہ کا تذکرہ خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پر حضور اقدس ﷺ، صحابہ کرام اور علماء و مشائخ کے ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ ایک ہی آیت کو پڑھتے رہے اور خوف وخشیت سے روتے رہے۔اپنے موضوع (خوفِ خدا اور فکرِ آخرت) کی مناسبت سے صرف حضور سرورِ عالم ﷺ کے چند واقعات وارشادات پر ہی اکتفا کرتا ہوں، جن میں مخصوص آیاتِ قرآنیہ کا ذکر ہے: ۱:۔۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”سب سے زیادہ خوف زدہ کرنے والی آیت: ”فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ“ ہے۔(الزلزال:۸،۷)۔۔۔۔۔”چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھے گا۔“ سب سے زیادہ امید رساں اور دل کو تقویت بخشنے والی آیت: ”قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ“ ہے۔(الزمر:۵۳)۔۔۔۔۔”کہہ دو کہ: اے

میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ ''(کنز العمال اردو مترجم:۱/۵۳۰،رقم الحدیث:۲۵۶۰)

۲:۔۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:''میں تم پر ایک سورت (التکاثر) پڑھتا ہوں، جو اس پر رویا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، پس جس کو رونا نہ آئے وہ رونے کی کوشش کرے۔(شعب الایمان بروایت عبد الملک بن عمیر، مرسلا، کنز العمال اردو مترجم:۱/۵۶۳، رقم الحدیث:۲۷۱۵) اس سورت میں دنیا کی زندگی اور مال و دولت کو مقصد بنانے والوں کی مذمت کی گئی ہے، نیز مال کی بے ثباتی، روز قیامت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں سوال ہونے اور جہنم سے ڈرایا گیا ہے۔۳:۔۔۔۔۔نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے:''اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ''(المائدۃ:۱۱۸) ترجمہ:۔۔۔۔۔''اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔''یعنی آپ ان کے مالک ہیں اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو ان کے جرائم پر سزا دے، اس لیے آپ اس کے بھی مختار ہیں، قدرت والے ہیں، معافی پر بھی آپ قادر ہیں، اس لیے اس کے بھی آپ مختار ہیں تو آپ کی معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی، اس لیے اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہوسکتی، مطلب یہ کہ آپ دونوں حالت میں مختار ہیں، میں کچھ دخل نہیں دیتا۔(بیان القرآن، زیر آیت ہذا:۲/۱۷۴، وحکایات صحابہؓ:۶۳)

۴:۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:''اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا''۔(المزمل:۱۲) ترجمہ:''ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے''۔یہ سن کر حضور ﷺ بے ہوش ہوگئے۔(حیاۃ الصحابہؓ ج:۲،ص:۸۸۶)

۵:۔۔۔۔۔حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ: حضورﷺ نے مجھ سے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا: میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ قرآن تو خود آپ پر نازل ہوا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنوں، چنانچہ میں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کردی اور جب میں ''فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا'' (نساء:۴۱)۔۔۔۔۔''پھر (یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور (اے پیغمبر!) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔'' پر پہنچا تو حضورﷺ نے فرمایا: بس کرو! میں نے آپﷺ کی طرف دیکھا تو آپﷺ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔(اخرجہ البخاری، کذا فی البدایۃ:۶/۹۵، بحوالہ حیاۃ الصحابہؓ:۲/۲۹۶) فائدہ: تمام انبیائے کرام قیامت کے روز اپنی اپنی امتوں کے اچھے برے اعمال پر گواہی دیں گے اور آنحضرتﷺ کو اپنی امت کے لوگوں پر گواہ بنا کر پیش کیا جائے گا۔ (آسان ترجمۂ قرآن:۱/۲۶۶) یعنی جن لوگوں نے اللہ کے احکام دنیا میں نہ مانے ہوں گے، ان کے مقدمہ کی پیشی کے وقت بطور سرکاری گواہ کے انبیاء کے اظہارات لیے جاویں گے، جو جو معاملات انبیاء کی موجودگی میں پیش آئے تھے سب ظاہر کریں گے، اس شہادت کے بعد ان مخالفین پر جرم ثابت ہوکر سزا دی جاوے گی۔(بیان القرآن، زیر آیت ہٰذا:۱/۱۷۶)

۶:۔۔۔۔۔شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کو خواب میں حضورﷺ کی زیارت ہوئی، انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کردیا، کیا بات ہے؟ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس میں ایک آیت ہے: ''فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ'' یعنی دین پر ایسے مستقیم رہو جیسا کہ حکم ہے اور ظاہر ہے کہ حکم کے موافق پوری استقامت بہت ہی مشکل امر ہے، اس لیے صوفیاء نے لکھا ہے کہ استقامت

ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔(شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی:۳۴۰)

۷:۔۔۔۔۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ"۔ (النجم:۶۰،۵۹)۔۔۔۔۔"سو کیا (ایسی خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو۔" تو اصحاب صفہؓ اتنا روئے کہ آنسو اُن کے رُخساروں پر بہنے لگے، حضور ﷺ نے جب ان کے رونے کی ہلکی ہلکی آواز سنی تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ رو پڑے، آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے ڈر سے روئے گا وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا اور جو گناہ پر اصرار کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور اگر تم گناہ نہ کرو (اور استغفار کرنا چھوڑ دو) تو اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) اور اللہ ان کی مغفرت کریں گے۔ (اخرجہ البیہقی، کذا فی الترغیب:۵/۱۹۱، بحوالہ حیاۃ الصحابہؓ:۲/۳۹۶)

دعائے مغفرت

نوشہرہ ورکاں سے بھائی محمد ارشد

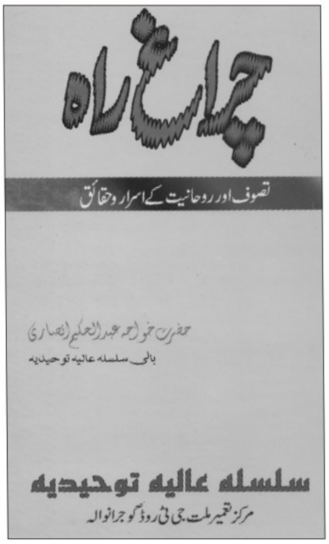
نوشہرہ ورکاں سے خادم حلقہ عمران افضل کے والد

گکھڑ سے وسیم شہباز، غلام مصطفیٰ کے والد

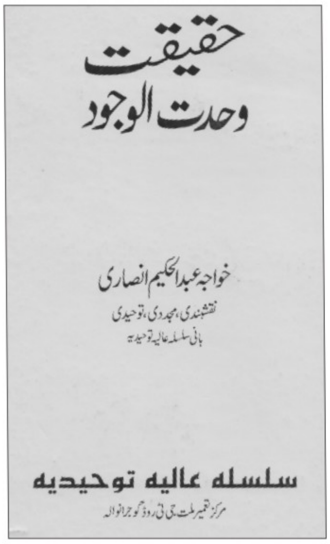
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

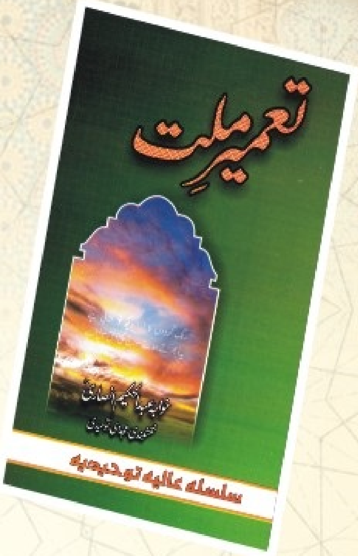


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

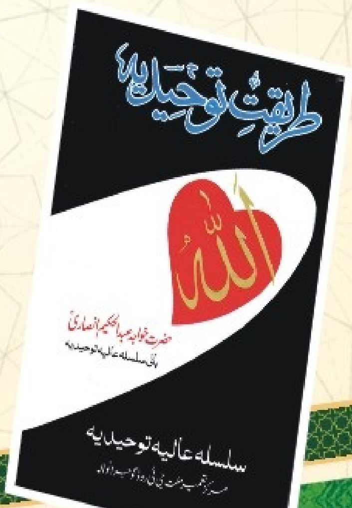


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محلِ وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com